فہرست

لمعات:(استثناء(Immunity) یا دگنی سزا؟)	ادارہ	3
سیاسی راہنماؤں کی خدمات	خواجہ ازہر عباس، فاضل درس نظامی	5
ترقی پذیری سے سیکیورٹی سٹیٹ تک		12
چین کی ترقی سے سبق لیں	ڈاکٹر اشفاق حسن خان	15
آدھا تیتر، آدھا ''خنزیر''!	عطاء الحق قاسمی	18
محترم ڈاکٹر انعام الحق صاحب کے الفاظ میں سورۃ النساء کی اہمیت	ادارہ	21
بزم خواتین کی نمائندہ محترمہ ڈاکٹر صالحہ نغمی کی طرف سے سورۃ النساء پر اظہار خیال	ادارہ	23
پہلا باب، سورۃ النساء، مطالب القرآن فی دروس الفرقان	غلام احمد پرویزؒ	25

ENGLISH SECTION

Surah Al-Mulk (Introduction and Verses 1-4), (Durus-al-Quran, Parah 29:Chapter 1)
By G.A. Parwez, Translated by Dr. Mansoor Alam 1

طلوعِ اسلام کا لٹریچر یہاں سے دستیاب ہے

نیچے درج کئے گئے کتب خانوں سے طلوع اسلام ٹرسٹ کی تمام کتب، دروس القرآن کی تمام جلدیں، اسلامی کتابیں اور لائبریری کے لئے تمام موضوعات پر ہمہ قسم کتب رعایتی نرخوں پر خریدنے کے لئے تشریف لائیں۔

1- کلاسک بک سیلرز، 42، دی مال (ریگل چوک) لاہور۔	فون:042-37312977، موبائل:0300-4442226
2- سانجھ بک سیلرز، بک اسٹریٹ 46/2، مزنگ روڈ لاہور۔	موبائل:0333-4051741
3- مسٹر بکس، بک سیلرز، سپر مارکیٹ، اسلام آباد۔	فون:051-2824805-2278843
4- البلال بک ڈپو، اردو بازار، کراچی۔ موبائل:0344-2502141	5- شہباز بک ایجنسی، اردو بازار، کراچی۔ فون:021-32632664
6- مذہبی کتب خانہ، اردو بازار، کراچی۔ موبائل:0331-2716587	7- شاہ زیب انٹر پرائزز، اردو بازار، کراچی۔ فون: 021-32214259
8- علمی کتاب گھر، اردو بازار، کراچی۔ فون:021-32628939	9- مکتبہ دار السلام، اردو بازار، کراچی۔ فون:021-32212269
10- مکتبۂ دار القرآن، اردو بازار، کراچی۔	11- محمد علی کارخانہ اسلامی کتب، اردو بازار، کراچی۔ فون:021-32631056
12- ایوانِ کتب، اردو بازار، لاہور، فون:0321-8836932	

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لمعات

استثناء (Immunity) یا دُگنی سزا؟

حضرت عمرؓ کے مطابق سربراہِ مملکت کا احتساب اس کی ذات تک محدود نہیں ہونا چاہئے اس میں اس کے اہل وعیال بھی برابر کے شریک ہونے چاہئیں۔ قرآن کریم نے جو بعض بیوی بچوں کو انسان کا دشمن (64:14) اور مال اور اولاد کو فتنہ (64:15) کہا ہے تو یہ خطرناک گھاٹی ان کی نگاہوں سے اوجھل نہیں تھی۔ چنانچہ آپ کا دستور تھا کہ:

> جب لوگوں کو کسی بات سے منع کرتے تو اپنے گھر والوں کو جمع کر کے ان سے کہتے کہ میں نے لوگوں کو فلاں فلاں چیز سے منع کیا ہے۔ یاد رکھو! لوگ تمہاری طرف اس طرح دیکھ رہے ہیں جس طرح پرندہ گوشت کی طرف دیکھتا ہے۔ اگر تم بچو گے تو وہ بھی بچیں گے اور اگر تم پھنسو گے تو وہ بھی پھنسیں گے۔ اگر تم میں سے کسی شخص نے ان باتوں کا ارتکاب کیا تو خدا کی قسم! میں اپنے ساتھ تمہارے تعلق کی وجہ سے تمہیں دُگنی سزا دوں گا۔ اب تمہیں اختیار ہے، جو چاہے حدود سے تجاوز کرے، جو چاہے ان کے اندر رہے۔

اور یہ ''دُگنی سزا'' کا فیصلہ قرآن کریم کے اس ارشاد کے مطابق تھا جس میں نبی اکرمﷺ کی ازدواج مطہراتؓ سے کہا گیا تھا کہ یاد رکھو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ تم میں سے جو کسی جرم کی مرتکب ہوگی اسے دُگنی سزا ملے گی (33:30) حضرت عمرؓ نے اپنے ارشاد گرامی سے اس نکتہ کی وضاحت کردی کہ قرآن کا وہ حکم، مملکت اسلامیہ کے ہر سربراہ پر یکساں عائد ہوتا ہے۔

یہ تھا مملکت کی ذمہ داریوں کا احساس جس کے پیشِ نظر آپ نے مصر کے قاصد (حضرت) معاویہ بن خدیجؓ سے کہا تھا کہ تم نے خیال کیا کہ دوپہر کا وقت ہے۔ امیر المومنین اس وقت قیلولہ فرما رہے ہوں گے۔ معاویہؓ! جس کے ذمے مملکت کے فرائض ہوں، دن تو ایک طرف اسے رات کے وقت بھی نیند نہیں آ سکتی۔

اَلْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ

ایک دن حضرت عمرؓ۔ حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ بیت المال کے اونٹوں کا جائزہ لینے کے لئے گئے۔ حضرت عمرؓ اونٹوں کو

دیکھ دیکھ کر ان کے احوال وکوائف بولتے جاتے تھے۔ حضرت علیؓ سن سن کر حضرت عثمانؓ کو اِملا کراتے جاتے تھے اور وہ انہیں ایک درخت کے نیچے بیٹھے' لکھتے جاتے تھے۔ حضرت عمرؓ دھوپ میں کھڑے تھے۔ دھوپ سخت تھی لیکن وہ کام میں ایسے منہمک تھے کہ انہیں اس کی شدت کا قطعاً احساس نہیں تھا۔ حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کو مخاطب کر کے کہا کہ آپ نے قرآن مجید میں حضرت شعیبؑ کی بیٹی کا یہ قول پڑھا ہوگا جس نے کہا تھا کہ:

يَا أَبَتِ اسْتَأْجِرْهُ إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ (28:26)-

''ابا جان! اسے (حضرت موسیٰؑ کو) ملازم رکھ لیجئے کیوں کہ بہترین خدمت گزار وہ ہے جو قوی بھی ہو اور امین بھی۔''

حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کی طرف اشارہ کر کے کہا: یہ ہے قوی الامین۔

الْقَوِيُّ الْأَمِينُ.. ان دو لفظوں میں حضرت عمرؓ کی ساری شخصیت سمٹ کر آ جاتی ہے۔

جیسا سربراہ ویسے عُمّال

اُس دَور کے عمّالِ حکومت جو اس قدر امین تھے تو اس کا راز بھی اسی میں تھا کہ سربراہِ مملکت خود امین تھا۔ آپ کو یاد ہوگا کہ مدائن کی فتح کے بعد حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے مالِ غنیمت مدینہ بھیجا۔ تو زر و جواہرات کی اس قدر کثرت اور نوادرات کے ایسے تنوع کو دیکھ کر اہلِ مدینہ کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں۔ حضرت سعدؓ نے اپنے خط میں لکھا تھا کہ امیر المومنین! یہ مال ومتاع اس قدر وجۂ تعجب اور باعثِ مسرت نہیں جس قدر یہ امر کہ جب ہم نے یہ شہر فتح کئے ہیں تو یہ تمام زر و جواہرات آپ کی فوج کے سپاہیوں کے سامنے پڑے تھے اور کوئی باہر کا دیکھنے والا بھی نہیں تھا لیکن ان میں سے کسی نے ایک سوئی تک بھی اپنے پاس نہیں رکھی۔ سارے کا سارا مال لا کر مرکز میں ڈھیر کر دیا۔ یہ پڑھ کر حضرت عمرؓ کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو پیر گئے۔ حضرت علیؓ پاس کھڑے تھے۔ فرمایا کہ:

ابن خطاب! تمہارے سپاہی اس لئے امین ہیں کہ تم امین ہو۔

یہ تھا سارا راز اس دور کی حکومت کی درخشندگی اور تابندگی کا۔۔۔ اس دور میں سربراہِ مملکت کا فریضہ' مملکت کے انتظام کی درستی ہی نہیں تھا۔ اس کا فریضہ حکومت کے اعضاء وجوارح کی سیرت وکردار کی درستی بھی تھا۔۔۔ بلکہ ہم تو یہ کہیں گے کہ اس کا اولین فریضہ ارکانِ حکومت کی سیرت وکردار کی درستی تھا۔ انتظام کی درستی' ان کی سیرت کی درستی کا فطری نتیجہ تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خواجہ ازہر عباس، فاضل درسِ نظامی

سیاسی راہنماؤں کی خدمات

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کا برصغیر ہندو پاکستان میں ماضی قریب کے نہایت معزز علمائے دین میں شمار ہوتا ہے۔ وہ جید عالم دین ہونے کے علاوہ طریقت میں بھی بلند مقام رکھتے تھے اور ہزاروں کی تعداد میں ان کے مرید ملک کے گوشے گوشے میں پھیلے ہوئے تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے بیشتر اساتذہ وعلماء ان کے حلقہ ارادت میں شامل تھے۔ مشہور صحافی اور مفسر قرآن جناب مولانا عبدالماجد دریابادی بھی ان سے بیعت تھے۔ تھانہ بھون میں حضرت کی خانقاہ مرجع خلائق تھی، کچھ حضرات کی تو خانقاہ میں آمدورفت تھی اور کچھ حضرات مستقل طور پر خانقاہ میں ہی رہنے لگے تھے، تاکہ وہ اوراد و وظائف کا سلسلہ ہروقت جاری رکھ سکیں ان میں محترم عزیز الحسن مجذوب بہت معروف تھے۔ خانقاہ کے متصل ہی ایک مسجد بھی تھی جس میں نماز مغرب میں خاصی تعداد نمازیوں کی ہو جاتی تھی اور حضرت خود امامت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ ایک مرتبہ مغرب کی نماز کے بعد نمازیوں کی جوتیاں چوری ہونے لگیں، ایک دن ایک جوڑا چوری ہوگیا، دوسرے دن دو نمازیوں کی جوتیاں غائب ہوگئیں۔ چند روز وقفہ رہا، پھر جوتیاں چوری ہونے لگیں، نمازی آپس میں تو تعجب کرتے تھے کہ کون سا نمازی چور ہے لیکن حضرت کے ادب کی وجہ سے ان سے ذکر نہیں کرتے تھے۔ جب معاملہ انتہا کو پہنچ گیا اور تقریباً ہر دوسرے تیسرے روز جوتیاں چوری ہونے لگیں، تو نمازیوں نے حضرت اقدس سے شکایت کی اور تعجب کا اظہار کیا کہ ایسے نمازی کو نماز کا کیا فائدہ ہے کہ جو نماز کے بعد جوتی چوری کرتا ہے اس پر حضرت نے تبسم فرما کر کہا کہ نمازیوں نے چوری کرنی شروع نہیں کردی بلکہ چوروں نے نماز پڑھنی شروع کردی ہے۔

ہمارے ملک عزیز پاکستان کی یہی حالت ہے یہاں سیاست دان، چور، ڈاکو، لٹیرے نہیں ہوگئے بلکہ چوروں، لٹیروں اور ڈاکوؤں نے سیاست کرنی شروع کردی ہے۔ ہم پاکستانیوں نے کوئی **Statesman** نہیں دیکھا۔ پاکستان کی ساری تاریخ میں ایک بھی **Statesman** پیدا نہیں ہوا۔ البتہ بالکل ابتدائی دور میں چند **Politician** ضرور پیدا ہوئے ہیں۔ حسین شہید سہروردی، چودھری خلیق الزماں، میاں محمد اسمٰعیل، بے شک سیاستدان تھے ان کے بعد پھر کوئی سیاست دان پاکستان میں پیدا نہیں ہوا۔ لٹیروں، ڈاکوؤں اور مفاد پرستوں کے ہاتھوں میں سیاسی قیادت آ گئی۔ ان لوگوں میں سے کسی نے بھی سیاست نہیں کی بلکہ یہ سب حضرات ہمیشہ سازشیں کرتے رہے۔ ہمارے سیاستدانوں کی افتادِ طبع ہی سازشی اور لالچی ہے اور یہ حضرات سازش اور لالچ سے باز نہیں آسکتے۔

رسالہ طلوع اسلام ایک دینی رسالہ ہے اور قرآن کا داعی ہے اس کا عملی سیاست سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس لئے اس کے

مضامین میں کسی سیاسی پارٹی یا کسی سیاسی راہنما کا نام تحریر نہیں کیا جاتا۔ صرف ملک کی عام حالت پر تبصرہ ہوتا ہے یہ نہ کسی سیاسی پارٹی کی وکالت کرتا ہے نہ کسی کی مذمت کرتا ہے۔

قارئین کرام غور فرمائیں کہ قیامِ پاکستان کے چند سال کے اندر اندر صوبائی اسمبلی میں شاہد حسین کو قتل کر دیا گیا۔ جو بھی لیڈر آیا اس نے یہی دعویٰ کیا کہ وہ ملک کے عوام اور غریبوں کو نہیں چھوڑ سکتا اور وہ ہر وقت قوم کے غم میں غلطاں و پیچاں ہے لیکن جس درجہ یہ لیڈر قوم کے غمگسار رہے اور قوم کی خدمت کرتے رہے' اسی درجہ عوام اور غریب تباہ حال ہوتے چلے گئے۔ سیاسی راہنما By Definition اور By Default' اقتدار پسند ہوتے ہیں' یہ کوئی پاکستان کی ہی خصوصیت نہیں ہے بلکہ ساری دنیا میں سیاسی لیڈر' جھوٹے' دروغ گو' عہد شکن' مکار' دھوکہ باز ہیں اور یہ عیوب لیڈروں میں آج کل ہی نہیں بلکہ سیاسی لیڈروں میں یہ عیوب ہمیشہ سے رہے ہیں۔ یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ ان کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ جب وہ ایک مرتبہ اقتدار میں آ جائیں تو پھر اس اقتدار کو ہاتھ سے نہ جانے دیں اور اگر ان کی زندگی اقتدار میں ختم ہو جائے تو ان کی اولاد اقتدار پر قابض رہے۔

مصر' لیبیا' سیریا' یمن اور دیگر ممالک میں سب جگہ یہی ہو رہا ہے کہ موجودہ حکمرانوں کی انتہائی کوشش یہ ہے کہ ان کی اولاد اقتدار پر قابض رہے۔ سیاست میں جھوٹ کے دخل کا اندازہ آپ اس طرح لگائیں کہ سیاسی معاہدات' اعلامیہ جو تحریر کئے جاتے ہیں وہ اسی انگریزی زبان میں ہوتے ہیں جو ہم رات دن لکھتے پڑھتے ہیں لیکن سیاسی معاہدات کی زبان Diplomatic Language کہی جاتی ہے۔ یہ عام انگریزی ہی ہوتی ہے لیکن یہ Diplomatic Language وہ زبان ہوتی ہے جو جھوٹ' دھوکا دہی سے پُر ہوتی ہے۔ اس کے ہر فقرے سے دو تین معانی برآمد ہوتے ہیں جو شخص یہ Diplomatic Language تحریر کرنے کا جس قدر ماہر ہوگا اسی قدر اس کی عزت زیادہ ہوتی ہے۔

گذشتہ روز ہمارے ہاں پنجاب اسمبلی میں ''معزز'' ارکانِ اسمبلی کے درمیان جو ہنگامہ ہوا' T.V چینلز پر وہ ہنگامہ دکھایا گیا یہ حضرات وہاں اپنے True Colours میں دیکھے جا سکتے تھے' اور حضرت اقدس کا جو قول شروع میں تحریر کیا گیا اس کی تصدیق ایک ایک رکن کر رہا تھا۔ ان ''معزز'' اراکین میں سے کسی نے بھی بعد میں شرمندگی کا اظہار نہیں کیا اور نہ ہی کسی ''معزز'' رکن نے اسمبلی سے استعفیٰ دیا۔ حضرت لوطؑ کے پاس جب فرشتے ان کے مہمان بن کر ان کے پاس آئے' تو ان کی قوم جو سخت بدچلن تھی' اس نے ان مہمانوں پر دست درازی کرنی چاہی۔ اس پر حضرت لوطؑ نے ان کی بڑی منت سماجت کی' اپنی عزت کا واسطہ دے کر کہا کہ کم سے کم مہمانوں کے سامنے تو مجھے ذلیل نہ کرو لیکن ان کی ساری قوم میں ایک آدمی بھی ایسا نہیں تھا جس نے ان کی درخواست کی پروا کی ہو' اس پر حضرت لوطؑ نے نہایت یاس انگیز آواز میں فرمایا کہ **اَلَيْسَ مِنكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ** **(11:78)**- کیا تمہاری پوری قوم میں ایک آدمی بھی ہدایت یافتہ نہیں ہے۔ یہی حال ہماری اس معزز اسمبلی کا ہے کہ ان تمام راہنماؤں میں سے ایک راہنما نے بھی استعفیٰ نہیں دیا۔ شریف آدمی کا تو یہ کام تھا کہ وہ فوراً ایسی اسمبلی سے استعفیٰ دے دیتا جس کے ارکان کی یہ سیرت ہو کہ Brute Force استعمال

کرنے کو برا نہ سمجھتے ہوں۔

گذشتہ زمانہ میں ہمارے مختلف فرقوں کے علماء کے درمیان مناظرے ہوتے رہتے تھے اور کوئی مناظر شکست تسلیم نہیں کرتا تھا۔ مناظرے کی تکنیک یہ ہوتی ہے کہ اس میں ہمیشہ الزامی جواب دیا جاتا ہے۔ اگر کوئی ایک فریق یہ کہے کہ تو کانا ہے تو اس کا خصم (مناظرہ کا دوسرا فریق) یہ نہیں کہتا کہ میں کانا نہیں ہوں' تم میری دونوں آنکھوں کو دیکھ لو' بلکہ وہ یہ کہے گا کہ تو اندھا ہے اور اس طرح مناظرہ جیت لیتا ہے' ہمارے T.V چینلز پر آج کل اسی طرح کے سیاسی مناظرے ہوتے ہیں۔ علماء کے وہ مناظرے تو کبھی کبھی ہوتے تھے اور ان کا بہت عرصہ سے انتظار ہوتا تھا۔ یہ سیاسی مناظرے روزانہ ہوتے ہیں اور ان کو اپنے گھروں میں بآسانی دیکھا جا سکتا ہے' آپ ان مناظروں کو ملاحظہ فرمائیں' ہر سیاسی لیڈر کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ الزامی جواب دے۔ جب کسی کو کہا جاتا ہے کہ تمہارا قائد لٹیرا ہے تو چونکہ یہ حقیقت ہوتی ہے اور اس کا انکار ممکن نہیں ہوتا' وہ جھٹ کہہ دیتا ہے کہ تمہارا لیڈر اور تمہاری پارٹی کے ارکان ڈاکو ہیں اور یہ واقعہ ہوتا ہے کہ وہ بھی ڈاکو ہوتے ہیں' تو یہ بھی اس کا انکار نہیں کر سکتے۔ جب دونوں' تینوں پارٹیوں کے اراکین ڈاکو' چور اور لٹیرے ہوں' تو فیصلہ کس طرح ہو سکتا ہے لیکن اس کے باوجود کبھی کسی پارٹی کے کسی رکن نے یہ تسلیم نہیں کیا کہ ان کی پارٹی کے لیڈروں سے کوئی غلطی ہوئی ہے۔ وہ لفظاً و قولاً تو ان کو معصوم عن الخطاء نہیں کہتے' لیکن عملاً یہی ثابت کرتے ہیں کہ ان کے لیڈروں نے کوئی بات غلط نہیں کی ہے۔ قرآن کریم نے ایسے لیڈروں کے متعلق فرمایا: **وَّيُحِبُّونَ أَن يُحْمَدُواْ بِمَا لَمْ يَفْعَلُواْ (3:188)**- جو کام انہوں نے نہیں بھی کئے ہوتے ہیں' وہ ان کے لئے بھی تعریف کے خواہش مند ہوتے ہیں۔ اگر کسی لیڈر نے اپنے حلقہ میں کسی قسم کا بھی کوئی فلاحی کام نہ کیا ہو' تب بھی وہ اس بات کے خواہش مند ہوتے ہیں کہ لوگ یہی کہیں کہ ہمارے حلقہ کے M.P.A نے بہت فلاحی کام کرائے ہیں۔ یہ حضرات اس خوشامد سے خوش ہوتے ہیں کہ لوگ ان کے بغیر کئے ہوئے کاموں کی بھی تعریف کرتے رہیں۔

قرآن کریم نے ایک اچھے معاشرے کے عناصر خود ہی بتا دیئے ہیں اور سیاسی راہنماؤں کا معیار بھی خود ہی بیان فرما دیا ہے۔ ہماری موجودہ سوسائٹی کے مقابلہ پر آپ قرآن کریم کے معاشرے کی خصوصیات ملاحظہ فرمائیں۔

ایک اچھے معاشرے کے قیام کے لئے بہترین راہنما اور عدل و انصاف ضروری چیزیں ہیں۔ ختم نبوت سے پیشتر بہترین راہنما اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی مقرر کئے جاتے تھے' لیکن ختم نبوت کے بعد انسانیت کو یہ حق دیا گیا کہ وہ اپنے راہنما خود تلاش کریں۔ اپنے راہنما مقرر کرنے کے بارے میں قرآن کریم کی پہلی ہدایت یہ ہے کہ:

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤدُّواْ الأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَن تَحْكُمُواْ بِالْعَدْلِ (4:58)-

اللہ تعالیٰ یہ حکم دیتا ہے کہ امانات ان کے ہی سپرد کرو جو اس کے اہل ہیں اور یہ حکم بھی دیتا ہے کہ لوگوں کے درمیان جب حکم کرو تو عدل کے ساتھ۔

اس آیۂ کریمہ میں عدل کا حکم شامل کر کے بات واضح کر دی کہ امانت سے مراد یہاں وہ امانت نہیں ہے جو ہمارے خیال میں ہے اور جو ہم دوسروں کے پاس رکھواتے ہیں اور یہ توقع کرتے ہیں کہ وہ امین اس کو بخیر لوٹائے۔ وہ امانت نہیں ہوتی وہ ودیعت ہوتی ہے۔ یہاں امانت سپرد کرنے کا متعین مفہوم یہ ہے کہ قیادت کی ذمہ داریاں اس کے سپرد کرو جو صحیح معنے میں راست قیادت قائم کرنے کا اہل ہے۔ جو راہنما یا قیادت عدل وانصاف قائم نہیں کر سکتی وہ اس قابل ہی نہیں کہ آپ اس کو اپنا راہنما بنائیں۔ اس آیت کریمہ میں واضح طور پر ہم سب مسلمانوں پر فرض کیا جا رہا ہے کہ ہم اپنا لیڈر ورا ہنما خوب سوچ سمجھ کر مقرر کریں۔ جو اس امانت کے بوجھ اٹھانے کی صلاحیت رکھتے ہوں اور جو عدل وانصاف کے تقاضے پورے کر سکتے ہوں۔ جو راہنما یا جو قیادت عدل وانصاف قائم نہیں کرتی' یا کر نہ سکتی ہو' وہ اس قابل ہی نہیں کہ آپ اس کو اپنا راہنما بنائیں۔ عام دنیاوی سیکولر سٹیٹ میں مملکت کے ارباب حل وعقد کے سپرد اختیارات کئے جاتے ہیں' لیکن اسلامی ریاست میں ان کے سپرد امانات کی جاتی ہیں یعنی بجائے اختیارات کے فرائض سپرد کئے جاتے ہیں۔ یہ حکم عوام کے لئے تھا لیکن جن حضرات کے سپرد یہ امانات کی جائیں گی ان کو یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ معاملات کا فیصلہ عدل وانصاف کے ساتھ کرو۔ عدل کے متعلق یہ بھی واضح رہے کہ جب لا الہ الا اللہ پر ایمان لایا جاتا ہے تو اس کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ تمام حکمرانوں اور تمام قوانین کو بالکل مسترد کر دیا جاتا ہے۔ پھر اللہ کے علاوہ کوئی حاکم نہیں اور اس کے قانون کے علاوہ کوئی قانون قابل عمل نہیں ہے۔ قرآن نے اس بات کو واضح کر دیا کہ عدل کرنے والے وہ لوگ ہیں: **أُمَّةٌ يَهۡدُونَ بِالۡحَقِّ وَبِهِ يَعۡدِلُونَ (7:159, 7:181)**- جو الحق کے مطابق راہنمائی کرتے ہیں اور اسی کے مطابق عدل کرتے ہیں' یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی شخص کو قانون سازی کا حق نہیں دیتا۔ الحق صرف منزل من اللہ قوانین ہیں اور ان کے مطابق فیصلے کرنا ہی عدل کہلایا جا سکتا ہے۔

اسلامی مملکت میں اقتدار پوری امت کو حاصل ہوتا ہے (42:38, 24:55)- اس میں کوئی حاکم ومحکوم نہیں ہوتا۔ پوری امت مسلمہ اس نظام کو چلاتی ہے' کچھ تو وہ لوگ ہیں جو ان ذمہ داریوں کو اپنے اوپر لیتے ہیں جو خدا نے اپنے اوپر لی ہیں اور باقی جو لوگ ہیں جو اس نظام میں اپنی اپنی طرف سے **Contribution** کرتے رہتے ہیں اور اس نظام کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں اور اس کے قیام اور اس کے اجراء واستحکام میں رات دن کوشاں رہتے ہیں۔ قرآن کریم جس جگہ بھی حضورﷺ سے محبت کرنے کا اصرار کرتا ہے وہاں اس سے ان کی ذاتی محبت نہیں ہوتی بلکہ وہ ایک اصولی محبت ہوتی ہے۔ حضورﷺ کی نہ ذاتی اطاعت تھی نہ ذاتی محبت۔ یہ دونوں چیزیں اصولی تھیں اور نظام سے وابستہ تھیں۔ ارشاد ہوتا ہے:

قُلۡ إِن كُنتُمۡ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي (3:31)-

اے رسول ان لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔

کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ اگر میں کسی دن کوئی چیز کھاؤں' تو مدینہ کے سب لوگ اس دن وہی چیز کھائیں اور میرے ہر ذاتی کام کو سنت بنا لیا جائے بلکہ اس کا مفہوم یہی ہے کہ جس طرح میں نے دن رات محنت کر کے اسلامی نظام قائم کیا ہے تم بھی میری پیروی کرو اور اس نظام کو

ہر حالت میں قائم کرو۔ سورہ شوریٰ میں ارشادِ عالی ہے:

لَّآ أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْراً إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ (42:23)۔

میں مانگتا نہیں تم سے اس پر کچھ بدلہ مگر دوستی چاہئے قرابت میں۔ (ترجمہ شیخ الہند)۔

اس آیۂ کریمہ کا مفہوم بالکل غلط لیا جاتا ہے اور ایک گروہ تو فرطِ عقیدت اور غلوِ محبت میں اس آیت کا ترجمہ بھی بالکل غلط کرتا ہے اور عربی قواعد کو بالکل نظر انداز کر دیتا ہے۔ اس آیت کا مفہوم بھی یہی ہے کہ میں بحیثیت رسول اس بات کا خواہشمند ہوں کہ جو محبت قریب ترین رشتہ دار سے کی جاتی ہے وہ محبت تم مجھ سے کرو۔ اس مضمون کو قرآن نے اور مقامات پر بھی دہرایا ہے کہ خدا اور رسول یعنی اس نظام سے رشتہ داروں سے بھی زیادہ محبت کرنی چاہئے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

قُلْ إِن كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَآؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ اللّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُواْ حَتَّى يَأْتِيَ اللّهُ بِأَمْرِهِ (9:24)۔

(ترجمہ) تم کہہ دو کہ تمہارے باپ دادا اور تمہارے بیٹے تمہارے بھائی بند اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبہ والے اور وہ مال جو تم نے کما کے رکھ چھوڑے ہیں اور وہ تجارت جس کے مندا پڑ جانے کا تمہیں اندیشہ ہے اور وہ مکانات جنہیں تم پسند کرتے ہو تمہیں خدا سے' اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز ہیں تو تم ذرا ٹھہرو یہاں تک کہ خدا اپنا حکم بتا دے (کہ تم غلط راہ پر گامزن تھے)۔

اس آیت میں بھی اللہ و رسول کے لئے واحد کی ضمیر لا کر خوب واضح کر دیا کہ اسلامی حکومت کے ہر شہری کو دنیا کی ہر چیز سے زیادہ اس نظام سے محبت کرنی لازمی و ضروری ہے۔

آپ خود اندازہ فرمائیں اس نظام کی کیفیت کا جس کا ایک ایک فرد اپنی استعداد کے مطابق نظام میں اپنا حصہ ڈال رہا ہو تو وہ نظام کس حسن و خوبی سے رواں دواں ہوگا اور کس طرح یہ نظام خدائی وعدے پورے کرے گا۔ مسلمانوں کی بدقسمتی یہ ہوئی کہ انہوں نے نظام کی اطاعت و محبت کو حضورﷺ کی ذاتی اطاعت و محبت کی طرف منتقل کر دیا' اس لئے اس نظام کا تصور ہی غائب ہو گیا۔ آپ درود تاج' درود لکھی اور دیگر درود اور قصیدہ بُردہ شریف ملاحظہ فرمائیں' آپ محسوس کریں گے کہ ان درودوں میں مسلمانوں کے رُوئیں رُوئیں سے رسول اللہﷺ کی محبت پھوٹتی نظر آتی ہے لیکن ان درودوں اور قصیدہ بُردہ شریف میں کسی جگہ نظام کا کوئی ذکر نہیں ہے کہ حضورﷺ ایک ایسا انسانیت ساز نظام لے کر آئے جس میں انسانوں کی صلاحیتیں پوری طرح نشو و نما پا جاتی ہیں۔ اس نظام کا قیام اس دنیاوی معاشرہ کو جنت بداماں بنا دیتا ہے۔ یہ وہ نظام ہے جس کے جاری کرنے سے ساری دنیا حضورﷺ کو مقامِ محمود (17:79) پر فائز سمجھنے لگے گی۔ نظام کی محبت اور اس کی اہمیت کو ختم کرنے سے یہی ہوا جو اس وقت ہو رہا ہے کہ اکثر عوام تو کیا ہمارے علماء کرام بھی طاغوتی

نظام میں زندگی بسر کرنے پر رضامند ہیں۔ مسلمانوں کے مصائب کا واحد حل اسلامی نظام کا قیام ہے۔ جب اس آیت کریمہ نے یہ بات واضح کردی کہ اپنے ووٹ مستحق لوگوں کو دو اور معاشرے میں عدل قائم کرو تو اس سے بالکل متصل اگلی آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ (4:59)

اے ایمان والو خدا کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور تم میں سے جو صاحبانِ حکومت ہوں ان کی اطاعت کرو۔

اس آیہ مبارکہ کی تفسیر متعدد بار تحریر کی جا چکی ہے لیکن اس میں جو ایک اہم نکتہ ہے یہاں اس کا اعادہ کیا جاتا ہے۔ اس آیہ کریمہ کے مطابق اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کا واحد طریقہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرنا ہے۔

مَّنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ (4:80)-

جس نے رسول کی اطاعت کی تو اس نے خدا کی اطاعت کی۔

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے بغیر براہ راست اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں ہو سکتی' بالکل یہی حال رسول کی اطاعت کا بھی ہے کہ اولوالامر کی اطاعت کے بغیر رسول کی اطاعت ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتی۔ حضور ﷺ کے اپنے دور سعید میں بھی جبکہ اسلامی مملکت دس لاکھ مربع میل پر وسیع ہو چکی تھی' حضور ﷺ نے اپنے مقامی حکام اور مقامی اولوالامر متعین کر دیئے تھے۔ قرآن کریم میں حکام کا لفظ بھی آیا ہے (2:188)- اور اولوالامر کے الفاظ بھی آئے ہیں (4:59 ,4:83) حضور ﷺ نے ان اولوالامر اور ان حکام کو محض Show Piece کے طور پر مقرر نہیں کیا تھا بلکہ اسلامی نظام میں ان کی بڑی اہمیت تھی۔ یہ افسران ماتحت ہی اس نظام کو چلا رہے تھے اور ان کی اطاعت لوگوں پر واجب تھی' جو لوگ مدینہ سے دور آٹھ سو میل یا ایک ہزار میل کی مسافت پر رہائش پذیر تھے' ان کو جو تنازعات و مقدمات پیش آتے تھے' تو یہ لوگ اپنے تنازعات کا فیصلہ کرانے مدینے نہیں جاتے تھے بلکہ وہاں کے مقامی حکام سے اپنے مقدمات کے فیصلے کرا لیتے تھے' ان حکام کی اطاعت ہی رسول اللہ ﷺ کی اطاعت تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے لئے مقامی حکام یا اولوالامر کی اطاعت کرنا' اتنا ہی ضروری تھا' جتنا اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لئے حضور ﷺ کی اطاعت کا کرنا ضروری تھا۔ ان درمیانی واسطوں اور ان ذریعوں کو توڑا نہیں جا سکتا۔ ان واسطوں کے ہونے پر اطاعت ذاتی یا انفرادی (Personal) نہیں رہتی بلکہ پھر یہ اطاعت از خود نظام کی اطاعت ہو جاتی ہے اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ و رسول کی اطاعت کے لئے اسلامی نظام کا موجود ہونا لازمی قرار پاجاتا ہے۔ اگر اسلامی نظام موجود نہ ہو' جیسا کہ اس موجودہ دور میں اسلامی نظام کسی جگہ بھی نہیں ہے' تو اللہ و رسول کی اطاعت کسی طرح بھی نہیں ہو سکتی۔ فلہٰذا اس دور میں جو مسلمان بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرنے کے خواہشمند ہوں' ان کا اولین فریضہ یہ ہے کہ وہ اسلامی نظام قائم کرلیں اور اس کے ذریعے سے ہی وہ اللہ کی عبادت اور اس کے رسول کی اطاعت عمل میں لائیں ورنہ خوب ذہن نشین فرمالیں اس کے علاوہ اللہ کی عبادت اور رسول کی اطاعت کا اور کوئی دوسرا ذریعہ ہو ہی نہیں سکتا اور آج امت مسلمہ ان

دونوں فرائض سے محروم ہے کیونکہ ایک انچ زمین پر بھی اللہ ورسول کی اطاعت نہیں ہو رہی ہے۔

فَسَتَذْكُرُونَ مَا أَقُولُ لَكُمْ(40:44)-

وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ(10:10)-

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قرآن حکیم کے طالب علموں کے لیے خوشخبری

علامہ غلام احمد پرویزؒ کے سات سو سے زائد دروسِ قرآنی پر مبنی تفسیری سلسلہ کے تحت بزمِ طلوعِ اسلام لاہور کی طرف سے مندرجہ ذیل تفسیری کتب کی اشاعت الگ الگ جلدوں میں ہو چکی ہے۔ یہ جلدیں 20x30/8 کے بڑے سائز کے بہترین کاغذ پر خوبصورت طباعت اور مضبوط جلد بندی کے ساتھ دستیاب ہیں۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

نام کتاب	سورہ نمبر	صفحات	نیا ہدیہ	نام کتاب	سورہ نمبر	صفحات	نیا ہدیہ
سورہ الفاتحہ	(1)	240	160/-	سورۃ الشعرآء	(26)	454	325/-
سورہ الفاتحہ (سٹوڈنٹ ایڈیشن)	(1)	240	110/-	سورۃ النمل	(27)	280	225/-
سورۃ البقرہ (اول)	(2)	500	350/-	سورہ القصص	(28)	334	250/-
سورۃ البقرہ (دوم)	(2)	538	350/-	سورہ عنکبوت	(29)	388	275/-
سورۃ البقرہ (سوم)	(2)	500	350/-	سورہ روم، لقمان، السجدہ	(30,31,32)	444	325/-
سورۃ النساء	(4)	870	700/-	سورہ احزاب، سبا، فاطر	(33,34,35)	570	325/-
سورہ النحل	(16)	334	250/-	سورہ یٰسین	(36)	164	125/-
سورہ بنی اسرائیل	(17)	396	275/-	29واں پارہ (مکمل)	----	544	325/-
سورۃ الکہف وسورہ مریم	(18-19)	532	325/-	30واں پارہ (مکمل)	----	624	325/-
سورہ طٰہٰ	(20)	416	275/-				
سورۃ الانبیآء	(21)	336	225/-				
سورۃ الحج	(22)	380	275/-				
سورۃ المؤمنون	(23)	408	300/-				
سورۃ النور	(24)	264	200/-				
سورۃ الفرقان	(25)	389	275/-				

ملنے کا پتہ: ادارہ طلوع سلام (رجسٹرڈ)، 25/B، گلبرگ 2، لاہور، فون نمبر: 4546 3571-42-92+

بزم ہائے طلوع اسلام اور تاجر حضرات کو ان ہدیوں پر تاجرانہ رعایت دی جائے گی۔ ڈاک خرچ اس کے علاوہ ہوگا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترقی پذیری سے سیکیورٹی سٹیٹ تک

قومی معیشت کی مجموعی صورتحال اور کارکردگی گذشتہ چار برسوں میں پاکستان کی تاریخ کی بدترین کارکردگی رہی ہے جبکہ گذشتہ دو دہائیوں سے معاشی ترقی کی دوڑ میں پاکستان خطے کے ملکوں سے پیچھے ہوتا چلا جا رہا ہے۔ 1960ء 1970ء اور 1980ء کی دہائیوں میں پاکستانی معیشت کی اوسط سالانہ شرح نمو بھارت سے بہتر تھی جبکہ 2001ء تک پاکستان کی فی کس آمدنی بھارت سے زیادہ تھی۔ اب بھارت کی فی کس آمدنی اور غربت کی شرح پاکستان سے کہیں بہتر ہے جبکہ بھارت کی معیشت کی شرح نمو پاکستان سے تین گنا ہے۔ گذشتہ تقریباً 15 برسوں میں بھارت نے حیرت انگیز تیز رفتاری سے معاشی ترقی کی منازل طے کی ہیں۔ 2011ء تک بھارت دنیا کی 10 ویں بڑی معیشت بن گیا تھا۔

لندن کے سینٹر برائے اکنامکس اینڈ بزنس ریسرچ کے مطابق 2020ء تک بھارت کی معیشت جرمنی، فرانس، اٹلی اور برطانیہ کی معیشتوں سے آگے نکل جائے گی اور بھارت دنیا کی پانچویں بڑی معیشت بن جائے گا۔ 2020ء میں دنیا کی پانچ بڑی معیشتوں میں سے چار ایشیاء میں ہوں گی یعنی چین، جاپان، روس اور بھارت۔ پاکستان اب ترقی پذیر ملک کی حیثیت بھی عملاً کھو چکا ہے اور مکمل طور سے ایک سیکیورٹی سٹیٹ بن چکا ہے۔ گذشتہ چار برسوں میں پاکستانی معیشت کی اوسط سالانہ شرح نمو 2.9 فیصد رہی جبکہ بنگلہ دیش 6 فیصد، سری لنکا 6.2 فیصد، ویتنام 6.2 فیصد، بھارت 7.9 فیصد اور چین 9.7 فیصد یعنی پاکستان سے کہیں بہتر۔ اب سے تقریباً 10 برس قبل جب پاکستان کے زرمبادلہ کے ذخائر 4 ارب ڈالر تھے تو بھارت کے ذخائر 33 ارب ڈالر تھے۔ اب پاکستان کے ذخائر 16.5 ارب ڈالر ہیں جبکہ بھارت کے ذخائر 325 ارب ڈالر سے تجاوز کر چکے ہیں۔

اقتصادی ماہرین کا کہنا ہے کہ چھ ماہ قبل اکتوبر 2011ء میں اس بات پر غور کیا جا رہا تھا کہ دنیا کی چار ابھرتی ہوئی معیشتیں "براس" یعنی برازیل، روس، انڈیا اور چین مل کر آئی ایم ایف کو رقوم فراہم کریں تاکہ یورپی ممالک کے اقتصادی بحران پر قابو پایا جا سکے جبکہ یہی وہ وقت تھا جب آئی ایم ایف نے 17 ماہ تک پاکستان کو قرضے کی اقساط دینے سے انکار کر کے پروگرام کو ہی ختم کر دیا۔ خدشہ ہے کہ اگلے مالی سال میں پاکستان کو ایک مرتبہ پھر آئی ایم ایف سے ایک نئے قرضے کی درخواست کرنا ہوگی جس کی منظوری سے پہلے دہشت گردی کی جنگ کے ضمن میں کچھ ایسے امریکی مطالبات تسلیم کرنا ہوں گے جو پاکستان کی سلامتی کے تقاضوں سے متصادم ہوں گے الّا یہ کہ ایک قانون منظور کر لیا جائے جس کے تحت ممبران پارلیمنٹ سیاستدانوں، حکمرانوں، اکنامک منیجرز اور سول و

ملٹری بیوروکریسی کے لئے یہ لازمی قرار دیا جائے کہ وہ بیرونی ممالک میں رکھے ہوئے ڈپازٹس اور اثاثے پاکستان میں بینکوں میں منتقل کرالیں۔

ایشین ڈویلپمنٹ بینک کی ایک رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ دنیا میں مالیاتی بحران کے باوجود 2005ء اور 2010ء کے درمیان 245 ملین افراد انتہائی غریب افراد کی فہرست سے نکل گئے ہیں جبکہ اس مدت میں پاکستان میں غربت بڑھی ہے۔ وطن عزیز میں ٹیکس کی چوری، ٹیکسوں میں بے جا چھوٹ و مراعات، بدعنوانی، نااہلی، بدانتظامی اور توانائی کے بحران کی وجہ سے قومی خزانے کو 3700 ارب روپے سالانہ (10 ارب روپے روزانہ) کا نقصان ہو رہا ہے جبکہ نام نہاد دہشت گردی کی جنگ سے جو حکمران امریکی آشیرباد برقرار رکھنے کے لئے لڑتے رہے ہیں قومی معیشت کو 80 ارب ڈالر (600 ارب روپے) کا نقصان ہو چکا ہے۔

سپریم کورٹ کے چیف جسٹس افتخار چوہدری نے 15 اپریل کو انٹرنیشنل جوڈیشل کانفرنس کی جو سفارشات پڑھ کر سنائیں ان میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ منی لانڈرنگ کے ذریعے بیرونی ممالک میں منتقل کر کے محفوظ ٹھکانوں میں رکھی ہوئی رقوم واپس لانے کے لئے قانون سازی کی جائے۔ یہ بات پاکستان کے لئے انتہائی اہم ہے لیکن اگر پاکستان خود لوٹی ہوئی اور ٹیکس چوری کی رقوم سے بنائے گئے کئی ہزار ارب روپے کے ان اثاثوں پر ہاتھ ڈالنے کے لئے اقدامات نہیں اُٹھاتا جن کی تفصیلات ریکارڈ میں محفوظ ہیں اور جو ملک میں ہونے کی وجہ سے حکومت کی دسترس میں ہیں تو اس بات کا امکان نظر نہیں آتا کہ لوٹی ہوئی دولت کی واپسی کے ضمن میں پاکستان کو عالمی برادری کا تعاون حاصل ہوگا۔ پاکستان میں موجود یہ اثاثے بینکوں کے ڈپازٹس، قومی بچت سکیموں میں لگائی گئی رقوم حصص جائیداد اور گاڑیوں وغیرہ کی شکل میں ہیں۔ اگر اس ضمن میں اقدامات اٹھائے جائیں تو اگلے مالی سال میں ہی کئی سو ارب روپے کے اضافی وسائل حاصل ہو جائیں گے اور معیشت بھی بڑی حد تک دستاویزی ہو جائے گی۔ چیف جسٹس نے جو سفارشات پڑھ کر سنائیں ان میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ عدالتوں کو مقدمات کا فیصلہ قانون اور میرٹ کے مطابق برق رفتاری سے کرنا چاہئے۔

اس سلسلے میں بعض معاشی ماہرین تجویز دیتے ہیں کہ (1) سپریم کورٹ کی شریعت اپیلٹ بنچ نے ربوٰ (سود) کو حرام قرار دینے کا فیصلہ 23 دسمبر 1999ء کو سنایا تھا۔ ماہرین نے اس تاریخی مقدمے میں سپریم کورٹ کی معاونت کی تھی۔ فوجی ڈکٹیٹر پرویز مشرف نے اس وقت کے چیف جسٹس سعید الزماں صدیقی کو فون کر کے اس فیصلے پر ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے اسے فوجی حکومت کو غیر مستحکم کرنے کی کوشش قرار دیا تھا۔ جون 2002ء میں اس وقت کے گورنر سٹیٹ بینک ڈاکٹر عشرت حسین کے دور میں مرکزی بینک نے سپریم کورٹ میں ایک حلف نامہ داخل کیا جس میں کہا گیا تھا کہ سود کے خاتمے کے ضمن میں اگر سپریم کورٹ کے فیصلے پر عمل کیا گیا تو

معیشت کے استحکام اور پاکستان کی سلامتی کو خطرات لاحق ہو جائیں گے۔اس کے بعد فوجی آمر پرویز مشرف کے جاری کردہ پی سی او کے تحت حلف اٹھانے والے ججوں نے انتہائی جلد بازی سے کام لیتے ہوئے 24 جون 2002ء کو سود کو حرام قرار دینے کے 23 دسمبر 1999ء کے فیصلے کو کالعدم قرار دے کر مقدمہ واپس وفاقی شرعی عدالت کو بھیج دیا تاکہ مقدمہ کی ازسرنو شنوائی کی جائے۔

یہ یقیناً ایک قومی المیہ ہے کہ تقریباً 10 برس کا عرصہ گزرنے کے باوجود اس مقدمہ کی شنوائی شروع ہی نہیں ہوئی اور علماء حضرات بھی خاموش ہیں۔ چیف جسٹس کی بحالی کے بعد پی سی او کے تحت حلف اٹھانے والے جج تو فارغ ہو چکے مگر یہ مقدمہ سرد خانے میں پڑا ہے۔(2) سپریم کورٹ کے چیف جسٹس افتخار چوہدری نے دسمبر 2009ء میں فرمایا تھا کہ عدالت اس بات کا جائزہ لے گی کہ آیا سٹیٹ بینک کا سرکلر 29 مورخہ 15 اپریل 2002ء قانون سے مطابقت رکھتا ہے یا نہیں؟ اس سرکلر اور بینکوں کا اپنے کھاتے داروں کو منافع میں شریک نہ کرنے کے ضمن میں 2008ء میں وفاقی شرعی عدالت میں سٹیٹ بینک اور ملک میں کام کرنے والے بینکوں کے خلاف مقدمہ دائر کیا گیا تھا لیکن بیشتر بینکوں کے جوابات آنے کے بعد عدالت نے گذشتہ دو برسوں سے تاریخ ہی نہیں دی۔ سپریم کورٹ نے طویل عرصہ گزرنے کے باوجود قرضوں کی معافی اور سرکلر 29 کے ضمن میں اپنا فیصلہ نہیں سنایا۔ان مقدمات میں فیصلے نہ آنے سے کھاتے داروں کو ایک ارب روپے روزانہ کا نقصان ہو رہا ہے۔ چنانچہ اس کیس کا فیصلہ اگر جلد سنا دیا جائے تو نہ صرف لوٹی گئی قومی دولت واپس لائی جا سکتی ہے بلکہ ہمارے معاشی نظام کو بھی سہارا مل سکتا ہے۔ بجٹ خساروں میں کمی کے علاوہ افراطِ زر پر قابو پانے میں مدد مل سکتی ہے۔ گذشتہ چار برسوں کی معیشت پر غور کیا جائے تو اس کی بربادی کی ذمہ دار یہ حکومت ہے جس نے لوٹ مار پر قابو پانے کے بجائے قومی خزانہ خالی کرنے والوں کا ساتھ دیا۔اس کے علاوہ وہ کراچی، کوئٹہ اور ملک کے دیگر حصوں میں پھیلی بدامنی اور ٹارگٹ کلنگ کو روکنے میں کوئی سنجیدگی نہیں دکھاتی۔ غیر جانبداری سے بھی دیکھا جائے تو حکومت تقریباً ہر شعبے میں بری طرح ناکام ہوئی ہے اور ہمارا ملک ترقی پذیری سے نکل کر سیکیورٹی سٹیٹ کی طرف بڑھ گیا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سانحۂ ارتحال

محترم ارشاد لغاری نمائندہ بزمِ طلوعِ اسلام چوٹی زیریں کی والدہ محترمہ گذشتہ دنوں وفات پا گئی ہیں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو کروٹ کروٹ جنت عطا کرے اور پس ماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق دے۔ ادارہ محترم ارشاد لغاری صاحب اور مرحومہ کے دیگر اعزہ واقربا کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ڈاکٹر اشفاق حسن خان

چین کی ترقی سے سبق لیں

گذشتہ تین عشروں سے چین کی معاشی کارکردگی غیر معمولی رہی ہے۔ اس دوران چین نے وہ تاریخی تبدیلیاں حاصل کی ہیں۔ اول، دیہی زرعی معیشت کو جدید صنعتی معیشت میں تبدیل کرنے میں کامیابی حاصل کی۔ دوم، کمانڈ معیشت کو مارکیٹ پر مبنی معیشت میں ترقی دی گئی، چین کے ترقی کے تجربات، دیگر ترقی پذیر ممالک بشمول پاکستان اور وہ ممالک جو چین کی طرح بے مثال ترقی کی برابری کرنا چاہتے ہیں گراں قدر سبق فراہم کرتے ہیں۔ چین کی اس کامیابی سے چھ بنیادی سبق حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ ان میں (1) عالمی بہترین طریقوں کی مقامی سطح پر منتقلی (2) بین العلاقائی مقابلے کو فروغ دینا (3) عالمی برادری کے ساتھ باہم مربوط ہونا (4) نئی ٹیکنالوجی کے ساتھ مطابقت کرنا (5) عالمی سطح کا انفراسٹرکچر تعمیر کرنا (6) انسانی وسائل میں بھاری سرمایہ کاری کرنا شامل ہیں۔ گذشتہ تین عشروں سے زائد چین کا ترقی کا تجربہ متاثر کن رہا ہے اس کے حقیقی جی ڈی پی کے بڑھنے کی اوسط شرح سالانہ 10 فیصد رہی ہے۔ 500 ملین سے زائد افراد غربت کی دلدل سے باہر نکل آئے ہیں۔ پس پردہ جاری عالمی اور مالیاتی بحران کے برعکس اگلی دو دہائیوں میں چین کے 1.34 بلین متوسط طبقے کے افراد بلند آمدنی والے طبقے میں منتقل کرنا ایک بڑا سنگین چیلنج ہوگا۔ آج چین کہاں کھڑا ہے 2010ء میں 10.1 ٹریلین ڈالر کی بنیاد پر پی پی پی اور 7600 ڈالر فی کس آمدنی پر چین کے جی ڈی پی حجم کے ساتھ یہ امریکہ کے بعد دنیا کی دوسری بڑی معیشت ہے۔

حجم کے لحاظ سے 2010ء میں چین جاپان کی معیشت سے آگے نکل چکا تھا۔ 2011ء میں امریکہ سے سبقت لے جاتے ہوئے چین دنیا کا سب سے بڑا برآمد کنندہ دوسرا بڑا درآمد کنندہ، آٹو موبائل کا سب سے بڑا مینوفیکچرر اور صارف کے طور پر سامنے آیا ہے۔ 3 کھرب ڈالر سے زائد غیر ملکی زرمبادلہ کے ذخائر کے ساتھ چین امریکہ کے مالی بحران میں سب سے بڑا واحد قرض خواہ کے طور پر سامنے آیا۔

امریکی بجٹ خسارے کو فنانس کرنے کا واحد بڑا ذریعہ بنتے ہوئے اس نے امریکی ٹریژری بانڈز میں 1.5 کھرب ڈالر کی سرمایہ کاری کی۔ اس وقت وہ امریکہ کے پبلک ڈیٹ کے تمام بقایا اسٹاک کے 22 فیصد کا مالک ہے۔ تاریخ میں اس سے قبل چین نے کبھی قابل رشک ترقی کا تجربہ نہیں کیا تھا۔ چین نے خود کو عالمی برادری کے ساتھ موثر طریقے سے مربوط کیا ہوا ہے وہ بھارت، برازیل،

جاپان، جنوبی کوریا اور افریقہ کا سب سے بڑا تجارتی شریک ہے۔ 1999ء میں چین اور افریقہ کے مابین تجارت کا حجم 2 بلین ڈالر تھا جو 2010ء میں لگ بھگ 130 بلین ڈالر تک بڑھ گیا تھا۔ 2011ء میں چین اور جنوبی کوریا کا تجارتی حجم 220 بلین ڈالر تھا جو 2015 تک 300 بلین ڈالر تک پہنچنے کا امکان ہے۔ 02-2001ء کے دوران چین اور بھارت کے درمیان تجارتی حجم 2.6 بلین ڈالر تھا۔ 2010ء میں یہ 62 بلین ڈالر ہو گیا اور 2015ء تک یہ 100 بلین ڈالر کی حد کو چھو لے گا۔ 2011ء میں چین اور جاپان کا تجارتی حجم 340 بلین ڈالر تھا۔

سوال یہ ہے کہ چین نے یہ معاشی ترقی کیسے حاصل کی؟

(1) گذشتہ تین عشروں سے زائد چین کی پالیسیوں میں تسلسل اور مضبوطی، ترقیاتی حکمت عملی کا ثبوت ہیں۔ وہ اصلاحات جن کے سبب آج چین کی موجودہ ترقی کی حکمت عملی فروغ پا رہی ہے اس کی حوصلہ افزائی Peng Xiaoping نے کی تھی جس نے ملک کی حکمت عملی میں بنیادی تبدیلی کے لئے عمومی اتفاق رائے کی تعمیر میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ تین عشروں سے زائد چین نے اسی حکمت عملی اور پالیسیوں پر معمولی تبدیلیوں کے ساتھ عملدرآمد کو جاری رکھا۔

(2) بتدریج اور تجرباتی طریقوں سے مارکیٹ پر مبنی اصلاحات کے ذریعے چین نے اپنی معیشت کو آزاد رکھا۔ اس نے ''دہرے راستے'' پر سفر جاری رکھا۔ اس نے حکومتی اداروں کی معاونت بھی کی اور دوسری سطح پر نجی شعبے کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے اسے بھی فروغ دیا۔

(3) چین نے سرمایہ کاری کی ترغیب کے لئے مقابلے کی اجازت، انفراسٹرکچر کی تعمیر اور مقامی کاروباری ماحول کی بہتری کے ذریعے مختلف سطح پر مقامی حکومت کو مضبوط کیا۔ ترقی کے اہداف حاصل کرنے پر اہلکاروں کو انعام دیئے گئے۔ مقامی حکومتوں کے مابین اس قسم کے مقابلوں نے انہیں غیر معمولی ترقی کرنے والا بنا دیا۔

(4) چین واحد قومی مارکیٹ کی تشکیل کے تناظر میں اشیائے خدمات کی نقل و حرکت میں حائل علاقائی رکاوٹوں کو ختم کر رہا ہے ایک بڑی باہم مربوط قومی مارکیٹ نے پیمانے کی معیشتوں اور ان کے منافع کو بہتر بنانے کے حصول کی اجازت دی۔

(5) انسانی وسائل میں چین نے غیر معمولی سرمایہ کاری کی خصوصاً تعلیم، صحت، فنی اور ووکیشنل تربیتی اداروں پر توجہ دی گئی۔

(6) گذشتہ تین عشروں کے دوران چین نے اپنے جی ڈی پی کا 40 فیصد جمع کیا اور تقریباً اتنی رقم کی سرمایہ کاری کی۔ جس سے ترقی میں بے پناہ اضافہ ہوا۔ 30 سالوں کی تیز معاشی ترقی کے بعد چین اپنی ترقی کے راستے پر ایک اہم موڑ پر آ پہنچا ہے۔

چین کو اس بات کا احساس ہوگیا ہے کہ جنگ کے بعد کے دور میں بہت سے ممالک نے متوسط آمدنی والے ملک کی حیثیت حاصل کرلی ہے اور چند ممالک نے زیادہ آمدنی والے ملک کی حیثیت حاصل کی ہے۔ چین نام نہاد متوسط آمدنی والے ملک کے طور پر رہنا پسند نہیں کرتا۔ بلکہ وہ چاہتا ہے کہ 2030ء تک وہ بلند آمدنی والے ملک کی حیثیت حاصل کرلے۔ حتیٰ کہ اگر چین کی ترقی کی شرح اوسط 6.6 فیصد سالانہ رہتی ہے۔ تو وہ 2030ء تک دنیا کی سب سے بڑی معیشت کے طور پر سامنے آئے گا اور متوسط آمدنی والا ملک کہلانے سے محفوظ ہو جائے گا۔

چین اپنا وژن 2030ء کے آغاز کے لئے جس کا مقصد جدید ہم آہنگ' بلند آمدنی والے معاشرے کی تخلیق کے مقاصد کے حصول کے لئے تیار ہے۔ گذشتہ تین عشروں تک چین نے جس ترقیاتی حکمت عملی کو اپنائے رکھا اس کا مقصد' ایک مختلف دور میں سامنے آنے والے چیلنجز سے نبرد آزما ہونا تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ نہ صرف چین نے مختلف چیلنجز کا سامنا کیا بلکہ ان چیلنجز سے نمٹنے کے لئے اس نے طریقہ کار میں تبدیلیاں بھی کیں۔ کیونکہ کوئی بھی حکمت عملی ہمیشہ کے لئے نہیں ہوتی۔ کامیاب حکمت عملیاں لچکدار ہونی چاہئیں۔ جو بدلتی ہوئی صورتحال کے مطابق ڈھلنے والی ہوں۔

چین کی نئی ترقی کی حکمت عملی کے 6 اسباب ہیں۔ جن میں (1) مارکیٹ معیشت کی بنیاد کو مستحکم کرنے کے لئے بنیادی اصلاحات پر عملدر آمد کرنا (2) ترقی کی رفتار میں اضافہ کرنا اور جدید نظام کی تشکیل کرنا (3) آمدنی میں مساوات قائم کرنا (4) اور مالیاتی اصلاحات کو مستحکم کرنا (5) عالمی برادری کے ساتھ باہمی سودمند تعلقات قائم کرنا (6) ماحولیات کے حوالے سے سرمایہ کاری کرنا۔

کیا پاکستان' چین کی ترقی کے تجربات پر عمل پیرا ہونے کے لئے تیار ہے؟ کیا ترقیاتی مقاصد کے حصول کے لئے مقابلہ پیدا کرنے اور مقامی حکومت کو مستحکم کرنے کو تیار ہے؟ کیا ہم انسانی سرمائے اور انفراسٹرکچر پر سرمایہ کاری کر رہے ہیں؟ کیا ہم پالیسیوں میں تسلسل اور استحکام برقرار رکھ رہے ہیں۔ ہماری بجٹ اور سرمایہ کاری کی شرح کیا ہے؟ میں معاشی ٹیم کے غور کے لئے یہ مشکل سوالات ان پر چھوڑتا ہوں۔

(بشکریہ روزنامہ جنگ لاہور' 18-4-2012)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تہنیت

محمد افضل واہلہ نمائندہ بزمِ طلوعِ اسلام چک 215/EB رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو گئے ہیں۔ دیر آید درست آید۔ ہماری طرف سے تہہِ دِل سے مبارک باد۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عطاء الحق قاسمی
attaul.haq@janggroup.com.pk

آدھا تیتر' آدھا ''خنزیر''!

ایک بزرگ کی نماز جنازہ میں شریک ہونے کے لئے میں گھر سے نکلا' اس بزرگ سے میری کوئی ذاتی شناسائی نہیں تھی' صرف اپنے دوست کے غم میں شرکت کے لئے میں نماز جنازہ میں شامل ہوا تھا کہ یہ بزرگ میرے دوست کے والد تھے' مجھے علم نہیں تھا کہ ایک معاشرتی فریضہ انجام دینے سے میری زندگی کا رخ ہی بدل جائے گا' اس کی تفصیل میں بعد میں بیان کروں گا پہلے اس کا ابتدائیہ سن لیں۔ جب میں ''وقوعہ'' پر پہنچا' بزرگ کی میت مسجد کی چارپائی میں گراؤنڈ میں دھری تھی اور لوگ صفیں باندھے کھڑے تھے' ایک کونے سے آواز آئی ''صفیں سات یا نو بنائیں'' چنانچہ آٹھ صفوں کو نو میں تبدیل کرنے کے لئے لوگ آگے پیچھے ہونا شروع ہو گئے' پھر آواز آئی ''صفیں سیدھی ہونا چاہئیں'' چنانچہ ٹیڑھی میڑھی صفوں کو سیدھا کرنے کی کوشش میں یہ مزید ٹیڑھی ہوتی چلی گئیں۔ اس دوران ایک آواز اور سنائی دی ''ایک دوسرے کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہوں' درمیان میں خلاء نہیں ہونا چاہئے'' یہ ہدایات جو رسمی ہو کر رہ گئی ہیں' اسلام کی اس منشاء کے عین مطابق تھیں کہ امت میں نظم و ضبط پیدا ہو' وہ قطار بنانا سیکھیں اور مشکل وقت میں ایک دوسرے کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہوں۔ ان اعلانات کے دوران کچھ لوگ نماز جنازہ میں شرکت کے لئے تیز تیز قدموں سے چلے آ رہے تھے چنانچہ امام صاحب نے اس وقفے میں تقریر شروع کر دی' بس اس تقریر میں وہ ایک بات تھی جس نے میری زندگی کا رخ بدل دیا۔ انہوں نے فرمایا ''جو شخص کسی مسلمان کی نماز جنازہ میں شرکت کرتا ہے' اس کے پچھلے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں'' اللہ اکبر۔ میرا سینہ خوشی سے بھر گیا اور میرے ذہن سے ایک بہت بڑا بوجھ اتر گیا جس کا سبب میری گناہ آلود زندگی تھی اور یوں میں ہر وقت بے چین اور مضطرب رہتا تھا!

نماز جنازہ سے فراغت کے بعد میں نے محسوس کیا کہ میں بالکل ہلکا پھلکا ہو گیا ہوں' کچھ دن پہلے میں نے ایک بیوہ کے پلاٹ پر قبضہ کیا تھا' وہ روتی ہوئی میری پاس آئی تھی اور خدا اور اس کے رسول ﷺ کا واسطہ دیتے ہوئے اور ہاتھ باندھے ہوئے مجھے یہ قبضہ چھوڑنے کا کہہ رہی تھی' اس نے اپنا دوپٹہ بھی میرے پاؤں میں ڈال دیا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی کہ اس کے مرحوم شوہر نے ریٹائرمنٹ کے بعد ملنے والی رقم سے یہ پلاٹ خریدا تھا تا کہ اس کے یتیم بچوں کو سر چھپانے کی جگہ مل سکے۔ اس بیوہ کی آہ و زاری سے میں نے محسوس کیا کہ میرا دل پسیج رہا ہے چنانچہ میں نے تقریباً ارادہ کر لیا تھا کہ اس کا پلاٹ اسے واپس کر دوں گا اور اس کی جگہ کسی اور پلاٹ پر قبضہ کر لوں گا لیکن الحمدللہ مولوی صاحب کی اس عام معافی کے اعلان کے بعد کہ نماز جنازہ کی ادائیگی سے پچھلے سارے گناہ معاف ہو

جاتے ہیں میں ضمیر کی خلش سے آزاد ہو گیا اور اب یہ پلاٹ چھوڑنے کا میرا کوئی ارادہ نہیں! پلاٹ پر قبضوں کے علاوہ میرے کچھ دو نمبری کاروبار بھی تھے، ان کی وجہ سے بھی میرا ضمیر مجھے ملامت کرتا رہتا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ میرا ذہن ان امور کے حوالے سے صاف ہو گیا ہے اور اب مجھے کوئی پچھتاوا نہیں۔

میرا ایک دوست جو میرے جیسا ہی ہے، حیرت انگیز طور پر اپنا ضروری سے ضروری کام چھوڑ کر جنازوں میں شریک ہوا کرتا تھا بلکہ وہ تلاش میں رہتا تھا کہ کون فوت ہوا ہے اس کی نماز جنازہ کب اور کہاں ہے، صرف یہی نہیں وہ تو اخباروں میں نماز جنازہ کی اطلاع پڑھ کر بالکل اجنبیوں کے ہاں بھی پہنچ جاتا تھا اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اگر اس کے محلے میں کوئی بیمار پڑتا تو وہ اس کے لواحقین سے اشاروں کنایوں میں پوچھتا کہ اندازاً کتنے دنوں میں اس کے فوت ہونے کی امید ہے؟ میں اس کی اس عادت کے بارے جب اس سے پوچھتا تو وہ کہتا ''بس رضائے الٰہی کی تمنا میں ایسا کرتا ہوں اور کوئی بات نہیں'' لیکن اب مجھے پتہ چل گیا تھا کہ رضائے الٰہی سے اس کی کیا مراد ہے، میں اس کے پاس گیا، اس پر لعن طعن کی کہ اس نے بخشش کا اتنا آسان طریقہ مجھے کیوں نہیں بتایا۔ اس پر وہ بد بخت بے شرمی سے ہنسنے لگا۔ میں نے کہا ''چلو چھوڑو، جو ہوا سو ہوا، اب صرف یہ بتا کہ ماضی کے سارے گناہ تو معاف ہو گئے، جو گناہ آئندہ کرنے ہیں ان کی معافی کیسے ہوگی؟'' اس نے جواب دیا ''بہت آسان ہے''۔ میں نے پوچھا ''وہ کیسے؟'' بولا ''ایک اور نماز جنازہ میں شرکت!'' یہ سن کر میرے منہ سے بے ساختہ سبحان اللہ نکلا اور میں نے سوچا کہ کون کہتا ہے کہ مولویوں نے ہمارے مذہب کو مشکل بنا دیا ہے، ان بے چاروں نے تو اسے اتنا آسان بنا دیا ہے کہ آپ حضور ﷺ کے کروڑوں امتیوں کی زندگیاں بھی اجیرن بنا دیں، آپ کی کوئی ایک نیکی آپ کے تمام جرائم کی معافی کے لئے کافی ہوگی۔

میں یہ سب کچھ ابھی لکھ ہی رہا تھا کہ میرے محلے کا مولوی میرے پاس آیا مجھے یہ شخص زہر لگتا ہے کیونکہ یہی وہ شخص تھا جس کی باتوں سے میرا ضمیر مجھے ملامت کرتا رہتا تھا، یہ عبادات کے ساتھ ساتھ معاملات پر بھی زور دیتا رہتا ہے اور کہتا ہے کہ خدا کے علاوہ خلق خدا کے حقوق بھی پورے کرنا پڑتے ہیں، میں اس سے ملنے سے ہمیشہ کتراتا تھا لیکن آج وہ میرے پاس آیا تو میں نے اس کا استقبال بہت پرتپاک طریقے سے کیا۔ مولوی حیران تھا کہ آج اس شخص کے رویے میں تبدیلی کیسے آئی؟ میں نے اس کی حیرانی فوراً دور کر دی، میں نے کہا ''حضرت! آپ نے مجھے ایک عرصے تک ذہنی طور پر پریشان رکھا، میں نے آخر آپ کا کیا بگاڑا تھا؟'' موصوف حیرت سے میری طرف دیکھنے لگے، میں نے کہا ''آپ نے مجھے اسلام کے آسان ایڈیشن کی ہوا تک نہیں لگنے دی، یہ تو اللہ بھلا کرے ان مولوی صاحب کا جنہوں نے بتایا کہ صرف ایک نماز جنازہ میں شرکت سے انسان کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں''۔ مولوی میری بات سن کر مسکرایا اور بولا ''صرف یہی نہیں، بلکہ ایسی اور بھی بہت سی روایات ہیں جن میں حج کرنے کے بعد انسان گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے جس طرح ماں کے پیٹ سے نکلا ہوا معصوم بچہ۔ یا یہ کہ فلاں جگہ پر اتنی نمازیں پڑھنے سے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور فلاں کام کرنے سے انسان بخشا جاتا ہے وغیرہ وغیرہ''۔ میں نے پوچھا ''تو کیا یہ روایات غلط ہیں؟'' مولوی

ڈھٹائی سے بولا ''نہیں، مگر جن گناہوں کی معافی کا ذکر ہے ان کا تعلق عبادات میں کوتاہی سے ہے' اگر آپ نے کسی کا حق مارا ہے' تو اس کی معافی صرف وہ شخص دے سکتا ہے جس کا حق مارا گیا ہو''۔

بس یہ مولوی انہی باتوں کی وجہ سے مجھے زہر لگتا ہے' خدا کا شکر ہے کہ اس طرح کے مولوی ہمارے ہاں زیادہ نہیں ہیں' اگر یہ زیادہ ہوتے اور لوگ ان کی باتوں پر کان دھرتے تو آج سارے کاروبار بند ہو گئے ہوتے' جس سے بے روزگاری میں اضافہ ہوتا' رشوت ختم ہو جاتی اور یوں لوگوں کے کام سرخ فیتے کا شکار ہونے لگتے' اسمگلنگ بند ہو جاتی اور یوں کاروباری سرگرمیوں کو نقصان پہنچتا۔ کھانے پینے کی چیزوں اور ادویات میں ملاوٹ کا کاروبار ٹھپ ہو جاتا اور یوں لوگوں کو بازار سے مہنگی دوائیں اور کھانے پینے کی مہنگی چیزیں خریدنا پڑتیں کیونکہ یہ کاروبار کرنے والے عوام کی مالی حالت کے پیش نظر یہ اشیاء مارکیٹ میں سستے داموں فروخت کرتے ہیں چنانچہ میں نے مولوی کو مخاطب کیا اور کہا ''مولوی صاحب! آپ کیوں اسلام دشمنی پر اترے ہوئے ہیں آپ کو نمازیوں سے بھری ہوئی مسجدیں اچھی نہیں لگتیں' ہر سال لاکھوں لوگ حج اور عمرے پر جاتے ہیں یہ آپ سے برداشت کیوں نہیں ہوتے' رمضان کے مہینے میں لوگوں کی خصوصی عبادات آپ کو کیوں کھلتی ہیں' آنسوؤں سے لبریز دعاؤں سے آپ کو کیوں چڑ ہے؟ اس کے ساتھ ساتھ اگر وہ اپنی مالی حالت بہتر بنانے کے لئے ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مارتے ہیں تو اس سے ان کے اسلام میں کیا فرق پڑتا ہے؟ یہ سن کر مولوی نے میری طرف دیکھا' مجھے لگا جیسے اس کی آنکھوں میں میرے لئے رحم ہے اور بولا ''عزیزم! اسلام میں پورے کا پورا داخل ہونا پڑتا ہے' اس میں آدھا تیتر' آدھا خنزیر نہیں چلتا'' اور اس کے ساتھ ہی وہ باہر نکل گیا اور میں اس وقت سے سوچ رہا ہوں کہ ''آدھا تیتر' آدھا بٹیر'' والا محاورہ تو میں نے سنا ہوا ہے لیکن مولوی نے اس میں بٹیر کی جگہ ''خنزیر'' کیوں ڈال دیا؟ مجھے ایک بار پھر یقین ہو گیا کہ یہ مولوی ٹھیک نہیں!

(بشکریہ روزنامہ جنگ لاہور' 21-4-2012)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ایک عظیم قرآنی خزانہ

قرآن مجید پر غور و فکر کرنے والوں کے لئے خوشخبری

مفکرِ قرآنِ مجید علامہ پرویزؒ صاحب کی زندگی بھر کی قرآنی بصیرت کو دیکھا اور سنا جا سکتا ہے۔

WWW.TOLUISLAM.COM

سی ڈی اور کتب کی خریداری ☆ بیرون ملک bazmdenmark@gmail.com, PDF.EBOOK

☆ اندرون ملک' فون: 35753666 42 92+' ای میل: trust@toluislam.com

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

محترم ڈاکٹر انعام الحق صاحب کے الفاظ میں

سورۃ النساء کی اہمیت

''محترم پرویزؒ صاحب ساری عمر قرآن کی تعلیم یا تو حاصل کرتے رہے یا پھر دیتے رہے۔ان کی بڑی خواہش تھی کہ پاکستان میں قرآن کی تعلیم کو پرائمری سطح سے لے کر ڈاکٹریٹ کے مرحلہ تک بطورِ نصاب پڑھایا جائے۔اس کے لئے وہ خود بھی ساٹھ کی دہائی میں ایک کالج کی تعمیر کے منصوبہ پر عمل پیرا ہو چکے تھے۔ جسے بوجوہ عملی جامہ نہ پہنایا جا سکا۔ہم اگر محترم پرویزؒ صاحب کی خواہش کی تکمیل میں قرآن کی تعلیم کو بطور نصاب پڑھانے میں کچھ کر سکیں' تو یہ احسن قدم ہوگا۔ مجھے یاد ہے کہ جب میں ایم۔اے کا امتحان دے رہا تھا تو پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ معاشیات کے نصاب میں محترم پرویزؒ صاحب کی تصنیف ''نظامِ ربوبیت'' کے کچھ ابواب کا بطور ریفرنس اندراج تھا۔ لہٰذا اسی بنا پر مجھے یقین ہے کہ اگر محترم اشرف ظفر صاحب کا سا جذبہ لئے ہوئے لوگ کوشش کریں تو سورۃ النساء پر مشتمل دروس کی یہ تصنیف' ایم۔اے اسلامیات کے نصاب میں شامل کی جا سکتی ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ زیرِنظر تصنیف بطور ریفرنس بک یقیناً ممد ثابت ہوگی۔

قارئین کرام! اگر آج ہم فکرِ قرآنی کی روشنی میں اپنی ان جامعات کے شعبۂ اسلامیات میں شامل نصابی کتب کو دیکھتے ہوئے ان کا تجزیہ عصرِ حاضر کے علمی معیار کے تقابل میں کریں تو وہاں وہی فرسودہ روایات اور مناظرات کا مجموعہ ہی پاتے ہیں' جو خالص مذہبی رجحانات میں ہمیں ملتا ہے۔ان کو دیکھ کر دل میں خواہش مزید شدت حاصل کر لیتی ہے کہ محترم پرویزؒ صاحب کی فکر کو نصاب میں درس و تدریس کی کتنی ضرورت اور اہمیت ہے' جو طلباء کی صحیح سمت میں راہنمائی کر سکے۔ یہاں میں یہی کہوں گا کہ ہماری جامعات کی بدقسمتی ہے کہ ان میں اگر کہیں بھول کر محترم پرویزؒ صاحب کا ذکر ملتا بھی ہے تو وہ نہایت منفی انداز میں بے سروپا الزامات کی شکل میں ہوتا ہے۔جس حد تک ان میں قرآن کے بھی نظریات کو فرسودہ کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے' ان سے امید رکھنا ہی فضول ہوگا کہ وہ کبھی ان کا احیاء کر سکیں گے۔

قرآن تمام نوعِ انسانی کے لئے قیامت تک کے لئے تمام زمانوں کی ہدایت اور حق کی راہنمائی کے لئے نازل

ہوا ہے۔ اسے کسی بھی خاص قوم کی اجارہ داری میں نہیں دیا جا سکتا۔ اس لئے ضروری ہے کہ قرآن کریم کو دنیا کی تمام زبانوں میں منتقل کر کے ان کی راہنمائی کے لئے قابل حصول بنایا جائے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید کے تراجم سبھی زبانوں میں ہو رہے ہیں لیکن کیا وہ معیار کے حامل ہیں؟ کیا ان سے قرآن کا صحیح پیغام ان کو مل سکتا ہے؟ اس کا جواب نفی میں پا کر دل میں ان لوگوں کے لئے دعائے خیر نکلتی ہے جو مستقبل میں محترم پرویزؒ صاحب کی عصرِ حاضر کے تمام چیلنج قبول کرتی ہوئی قرآن کی تفسیر کو دنیا کی تمام زبانوں اور خصوصی طور پر انگریزی میں منتقل کریں گے۔ محترم اشرف ظفر صاحب کی بھی یہ دلی خواہش ہے اور ممکن ہے کہ وہ زندگی میں اس کا بھی آغاز کر پائیں۔ ان کی موجودہ دروس القرآن کی منتقلی کا کام دیکھ کر دل میں ان سے اس اُمید کا پیدا ہونا ایک فطری بات لگتا ہے۔

ڈاکٹر انعام الحق

چیئرمین ادارہ طلوعِ اسلام، لاہور

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سورۃ النساء کی اشاعت کے اس موقع پر بزمِ طلوعِ اسلام لاہور کے تمام افراد محترم ڈاکٹر منظور الحق صاحب کی شخصیت کے دلی طور پر مشکور ہیں کہ جن کی ادبی کاوش دروس القرآن کے پروجیکٹ کی تکمیل میں پوری استقامت کے ساتھ شامل حال ہے۔

محمد اشرف ظفر

بزمِ طلوعِ اسلام لاہور

اپریل 2012ء

☆☆☆☆☆☆☆☆

خریدار حضرات توجہ فرمائیں

مجلّہ طلوعِ اسلام کی درج ذیل خوبصورت جلدیں 275 روپے فی جلد علاوہ ڈاک خرچ دستیاب ہیں۔

70, 72, 73, 75, 76, 77, 83, 84, 85, 86, 87, 88, 91, 94, 98,
2000, 2003, 2004, 2005, 2006, 2007, 2008, 2009, 2010

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

بزمِ خواتین کی نمائندہ محترمہ ڈاکٹر صالحہ نغمی کی طرف سے اظہارِ خیال

محترم حاضرین السلام علیکم!

جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں محترم اشرف ظفر صاحب علم قرآن کی تشہیر کا کام ہر ممکنہ سطح پر سرانجام دینے میں سنجیدہ دلچسپی رکھتے ہیں۔ اس سلسلے میں گذشتہ چند سالوں سے وہ محترم پرویز صاحب کے آڈیو دروس قرآن کو تحریری شکل میں لانے کے لئے بھی مصروف عمل ہیں۔ پرویز صاحب کے آڈیو دروس کو ہو بہو Transcribe کر کے کتابی شکل میں شائع کر رہے ہیں۔

آج آپ کو یہ سن کر خوشی ہو گی کہ اشرف ظفر صاحب اور ان کی ٹیم کی کاوش سے سورۃ النساء کے دروس کو ہو بہو Transcribe کر کے کتابی شکل میں لانے کا مرحلہ پایہ تکمیل تک پہنچ چکا ہے اور اب مطالب القرآن فی دروس الفرقان۔ سورۃ النساء چھپ کر آ چکی ہے دلچسپی رکھنے والے افراد اسے خرید سکتے ہیں۔

سورۃ النساء کے یہ دروس 870 صفحات پر مشتمل ہیں۔ جس کا انتساب محترم پرویزؒ صاحب کی کتاب معراجِ انسانیت سے اخذ کیا گیا ہے۔ جبکہ کتاب مذکورہ کی اہمیت پر محترم ڈاکٹر انعام الحق صاحب' چیئرمین ادارہ طلوع اسلام لاہور' نے جو کچھ تحریر کیا ہے وہ یقیناً قابل غور ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر منظور الحق صاحب نے بطور مدیر فرائض سرانجام دیئے۔ محمد اشرف ظفر کی طرف سے آیات کے دروس میں سے مختلف عنوانات کی فہرست شامل کر دی گئی ہے تاکہ استفادہ کرنے والوں کو درکار موضوعات کی تلاش میں آسانی ہو۔ ہر موضوع کے ساتھ صفحہ نمبر بھی شامل کیا گیا ہے۔

سورۃ النساء کے ان آڈیو دروس کا آغاز 14 جون 1970ء سے ہوا اور آخری درس 7 مارچ 1971ء کو دیا گیا۔ اس دور میں ابھی دروس کی ویڈیو ریکارڈنگ کا آغاز نہیں ہوا تھا چونکہ سورۃ النساء میں عورتوں سے متعلق عائلی اور دیگر معاملات زیرِ غور آئے ہیں اور یہ دروس تقریباً آج سے 42 سال پہلے دیئے گئے۔ اس لئے ان میں اس دور کی عورت کی مروجہ معاشرتی اور سماجی حیثیت اور کردار کا پس منظر سمجھنے میں بھی کسی حد تک مدد مل سکتی ہے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ہر زبان کا ایک کلچر ہوتا ہے اور ان Transcribed دروس میں استعمال ہونے والی اردو زبان نہایت آسان اور عام فہم ہے جبکہ ایک باقاعدہ لکھی ہوئی کتابی تحریر میں نثری قواعد وضوابط کے باعث نقطہ نظر مختصر رکھا جاتا ہے۔

آج کے جدید دور میں مختلف علوم اور لٹریچر کو عام کرنے کے لئے مختلف ذرائع بروئے کار لائے جارہے ہیں تاکہ عوام الناس کے سامنے سہولت کے لئے زیادہ سے زیادہ Options موجود ہوں۔ ان آڈیو دروس کی منتقلی سے قرآنی لٹریچر کو ایک دوسرے ذریعہ سے عام کرنے کا راستہ کھلا ہے جو کہ تحقیق اور ریسرچ کرنے والے افراد کے لئے یقیناً بہت ہی مفید اور کارآمد ثابت ہو سکتا ہے۔ ہماری اشرف ظفر صاحب اور متعلقہ انتظامیہ سے درخواست ہے کہ ان Transcribed دروس کی ویب سائٹ پر منتقلی ممکن بنائیں تاکہ انٹرنیٹ کے ذریعے بھی ان دروس تک لوگوں کی زیادہ سے زیادہ رسائی ہو سکے اور اس طرح اس پراجیکٹ کو آگے بڑھانے کے لئے آمدن کا ذریعہ بھی پیدا کیا جا سکے۔ ان دروس کی اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ بھی درخواست ہے کہ ان کی English میں ٹرانسلیشن بھی کرائی جائے۔ ہمیں امید ہے اس سلسلے میں بھی انتظامیہ غور و فکر کرے گی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

MATRIMONIAL

(SAVE A LIFE)

A Muslim male, USA qualified dual nationality over sixty years, teaching in a prestigious university in Pakistan needs a liberal, educated, life-partner strong enough to stand independently for human rights without being a terrorist. Being thoughtful, considerate and civilized is foremost priority. Religion, caste, creed is of no consequence. No fanatic conservatives, political or any pressure groups please!

Contact: Weekends after 5.00 pm on……….(0345-4169829)

نظریۂ خیر

ادارہ طلوع اسلام کے چیئرمین ڈاکٹر انعام الحق صاحب کا پی۔ایچ۔ڈی کا مقالہ بعنوان ''نظریۂ خیر' فلسفۂ اخلاق اور قرآن کی روشنی میں'' شائع ہو گیا ہے۔ یہ فکر انگیز تصنیف ادارہ طلوع اسلام 25بی' گلبرگ 2' لاہور سے دستیاب ہے۔ 534 صفحات کی اس کتاب کی قیمت -/300 روپے ہے۔ 50 فی صد کی خصوصی رعایت کے بعد صرف -/150 روپے میں علاوہ ڈاک خرچ ادارہ طلوع اسلام سے دستیاب ہے۔

(ادارہ کی بزمِ طلوع اسلام لاہور کی جانب سے محترم پرویز صاحب کے درس ہائے قرآن کی تسوید وطباعت کا سلسلہ جاری ہے۔ حال میں سورۃ النساء کے دروسِ قرآن کی تسوید وطباعت ہوئی ہے۔ اس سورہ میں خواتین کے متعلق موضوعات زیر بحث آئے ہیں جبکہ اس سورہ کا ابتدائی درس بڑی تفصیل کے ساتھ جو زندگی کی ابتداء اور تخلیقِ آدم کے سلسلہ میں ہے۔ اس موضوع کی اہمیت کے پیشِ نظر درس مذکورہ کو من وعن طلوع اسلام کے قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔ ادارہ)

پہلا باب: سورۃ النسآء (1)' (آیت 1: زندگی کی ابتدا کیسے ہوئی؟)

☆☆☆

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا (4:1)-

عزیزانِ من! آج جون 1970ء کی 14 تاریخ ہے۔ افسوس ہے کہ پچھلے اتوار میری طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے درس نہ ہوسکا۔ آج بھی ابھی طبیعت کلیتاً بحال تو نہیں لیکن میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ احباب آ جائیں اور اس طرح سے واپس چلے جائیں۔ جتنی ہمت ہوگی اس کے مطابق کچھ قرآن کریم کو پیش کر دونگا' خود قرآن نے کہا ہے کہ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (2:286)۔ یاد رکھو! قوانینِ خداوندی کی اطاعت اس لیے نہیں کرائی جاتی کہ اس سے خدا کا کچھ فائدہ ہوتا ہے۔ اس سے مقصود صرف یہ ہے کہ تمہاری ذات میں وسعتیں پیدا ہوں۔

آج درس کا آغاز سورۃ النسآء سے ہوتا ہے۔ یہ چوتھی سورۃ ہے۔ کہا ہے کہ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا (4:1)۔ اس کا عام ترجمہ یہ ہے کہ ''اے نوعِ انسانی! تم اللہ کے قوانین کی نگہداشت کرو (میں عام لفظی ترجمہ بیان کیے جاتا ہوں) کہ جس نے تمہیں نفسِ واحدہ سے پیدا کیا اور اس سے اس کے زوج کو پیدا کیا اور پھر ایک سے کثیر تعداد مرد اور عورت کا سلسلہ آگے چلا۔ خدا کے قوانین کی نگہداشت کرو' اس قانون کی نگہداشت جس کی رو سے تم ایک تمدنی زندگی میں ایک دوسرے کے محتاج ہوتے ہو۔ اس کی ابتدا ایک خاندانی زندگی سے ہوتی ہے' باہمی رشتہ داری سے ہوتی ہے۔ خدا تمہارے ہر ایک عمل پر نگران ہے''۔

نسلِ انسانی کے سلسلہ میں انسانی ذہن کے تراشیدہ قصوں کے احوال

عزیزانِ من! ایک انسانی بچے کی پیدائش آج تو ایک معمول کا واقعہ ہے' اس میں نہ کسی قسم کی حیرت ہوتی ہے' نہ کوئی تعجب۔ مرد اور عورت یا نر اور مادہ کے باہمی اختلاط سے استقرارِ حمل ہوتا ہے' وضع حمل کے بعد بچہ دنیا میں آ جاتا ہے اور یوں یہ سلسلہ آگے چلتا رہتا ہے۔ اگر اس سلسلے کو پیچھے کی طرف لوٹایئے تو ذہن کہیں جا کر رک جاتا ہے کہ پہلا جوڑا' جس سے یہ سلسلہ آگے چلا تھا' جس سے قبل کوئی اور جوڑا نہیں تھا' وہ کس طرح وجود میں آ گیا۔ ذہنِ انسانی وہاں جا کر رکتا ہے۔

بات دور نکل جائے گی' میں تو یہ کہونگا کہ ذہن انسانی جب پیچھے جاتا ہے تو سارے سلسلۂ کائنات میں جا کر اسے کہیں رکنا پڑتا ہے کہ پہلے یہ کیسے ہوا۔ بات چونکہ یہاں صرف پیدائش کی ہے اس لیے انسانی ذہن یہاں جا کر رکا کہ پہلا جوڑا کیسے وجود میں آیا۔ اگر چوزے انڈے سے بنتے ہیں تو انڈے تو مرغی دیتی ہے' مرغی کہاں سے آ گئی' مرغی انڈے سے پیدا ہوئی تھی تو وہ انڈہ کہاں سے آ گیا۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوا کہ پہلا مرد اور عورت کا جوڑا کہاں سے آ گیا جس سے پھر یہ سلسلہ آگے چلا۔ اگر جوڑے کا یہ مسئلہ حل ہو جاتا ہے تو پھر اگلا سارا مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ خدا کی طرف سے جو علم دیا گیا' وہ تو اب ہمارے سامنے آتا ہے۔ یہ علم پہلی بار قرآن کریم میں نہیں آیا' بلکہ تمام انبیائے کرامؑ کی وساطت سے آتا رہا لیکن آج ہماری قسمت یہ ہے کہ انبیائے سلف میں سے کسی کی کوئی آسمانی کتاب اپنی اصلی شکل میں نہیں ہے' اس میں انسانی ذہن کی آمیزش ہو چکی ہے۔ قرآن کریم اس کے متعلق بار بار کہتا ہے کہ وہ محرف ہیں اور تاریخ اس کی شہادت دیتی ہے۔ خود وہ کتابوں والے بھی اب اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ ان کی کتابیں اصل میں وہ نہیں ہیں' جو ان کے انبیائے کرامؑ کو ملی تھیں' ان میں انسانی آمیزش ہے۔ اب ذہن انسانی اس مسئلے کو کیسے حل کرتا کہ پہلا جوڑا کیسے آ گیا؟ چنانچہ انسانی دماغ کے پاس ماسوا اس کے کوئی چارہ ہی نہ تھا کہ وہ کسی طرح سے کوئی ایک جوڑا پیدا کرتا۔

ہندوؤں نے شیوجی اور پاروتی کا جوڑا پیدا کر لیا کہ صاحب! برہما نے پیدا کر دیا' چلیے صاحب! مسئلہ حل ہوا۔ آپ کے ہاں سامی النسل میں انبیائے کرامؑ ہیں' جن کا ذکر قرآن کریم میں آتا ہے۔ ان کی سابقہ کتابوں کے مجموعے کا نام تورات رکھا جاتا ہے' جسے عہد نامۂ عتیق (OLD TESTAMENT) کہتے ہیں۔ بائبل کا پہلا مجموعہ وہی ہے۔ یہودیوں کی کتابِ مقدس بھی وہی ہے۔ یہ کتابوں کا مجموعہ ہے' عیسائی بھی اس کو مانتے ہیں۔ اس کی ابتدا ''کتاب پیدائش'' (Genesis) سے ہوتی ہے۔ انہوں نے جوڑا پیدا کرنے کے بجائے ایک مرد بنایا۔ یہ تورات میں ہے کہ اللہ میاں نے کچھ مٹی منگوائی' اس کا ایک پتلا بنایا اور اس پتلے میں روح پھونکی تو وہ مرد بن گیا۔ اب اُس بنانے والے نے' اس افسانہ گو نے' مرد بنایا تو آگے پھر اس کی دقت پیدا ہوئی کہ مجھے جوڑا بنانا چاہیے تھا' اکیلے سے تو کام نہیں چل رہا۔ پھر اس نے اس کی پسلی کو چیرا' اس میں سے اس کے جوڑے' یعنی عورت کو نکالا۔ اور جب وہ عورت آ گئی تو میں سمجھتا ہوں کہ اس نے شکر کا کلمہ ادا کیا ہوگا۔ تھا کام تو مشکل مگر آساں نظر آیا۔ کسی طرح سے یہ جوڑا بن گیا۔ اور سلسلہ آگے چل پڑا۔ یہ تورات کا قصہ ہے۔

قرآنِ حکیم کو سمجھنے کے لیے ہمارے ہاں لکھی گئی تفاسیر کی نوعیت

یہ قصہ تورات ہی میں رہتا تو ہمارے لیے بہت آسان تھا کہ یہ محرف کتب ہیں' ان میں خدا کی بتائی ہوئی بات تو نہیں ہے' ذہن انسانی نے اس زمانے میں ایسا سمجھا' اس نے لکھ دیا' ہم پر کونسی پابندی عائد ہوتی ہے کہ ہم بھی اسے صحیح مانیں لیکن مشکل یہ آ گئی کہ آگے قرآن کریم کی جو تفاسیر لکھی گئیں ان میں بھی یہی واقعہ درج کر دیا گیا۔ اس درمیان میں' میں قرآن حکیم کو تو الگ رکھتا ہوں' اس پہ تو ہم بعد میں آئیں گے' ہوا یہ کہ قرآن کی ان آیات کی تفسیر میں' جن میں انسان کی پیدائش کا ذکر ہے' انہوں نے یہ قصہ درج کر دیا۔ ہم یہ کہہ سکتے تھے کہ صاحب! ٹھیک ہے' اپنے زمانے میں انہوں نے کچھ ایسا ہی سمجھا ہوگا' ہم پہ اسکی کیا پابندی آتی ہے کہ ہم بھی وہی کچھ سمجھیں لیکن اس کے لیے ہمارے راستے میں دو دیواریں کھڑی کر دی گئیں: ایک تو یہ کہ انہوں نے جو کچھ لکھا' یہ نہیں کہا کہ ہم ایسا سمجھتے ہیں' بلکہ کہا کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ فرمایا ہے اور یہ ہے وہ بنیاد جہاں ہمارا مروجہ اسلام بھی اسی سطح کے اوپر آ کر کھڑا ہو گیا جس سطح پہ وہ دیگر تمام مذاہب تھے جو ذہن انسانی کے تراشیدہ تھے۔ یعنی وہاں خدا کی کتاب اپنی اصل شکل میں موجود نہ تھی' یہاں اسلام میں خدا کی کتاب موجود ہونے کے باوجود یہ دین' مذہب بن گیا۔ اور دوسرا یہ کہ اگر اسلاف نے اپنی طرف سے بھی کچھ لکھا ہے' تو ہم ان کے خلاف کچھ نہیں کہہ سکتے۔

اپنے اپنے تصورات کے تحت لکھی گئیں یہ تفاسیر نبی اکرم ﷺ کی طرف منسوب کر دی گئیں

آپ کے ہاں یہ جو (امام طبریؒ کی) پہلی تفسیر لکھی گئی ہے' اس کے لیے کہا یہ گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا فرمایا۔ ذرا سوچیے کہ یہ کتنی بڑی پابندی عائد ہو گئی۔ اب اگر اسے تسلیم کر لیا جائے کہ یہ حضور ﷺ کا فرمان ہے تو بہرحال ایک مسلمان کا تو اس کے سامنے سر جھک جائے گا' دل کی گہرائیوں میں بھی اس کے خلاف کوئی خیال نہیں ابھر سکتا کہ حضور ﷺ کا سینہ مہبط [1] وحی ہے' سب سے پہلے وحی حضور ﷺ پہ نازل ہوئی' آپ ﷺ نے اس وحی کی یہ تشریح فرما دی۔ اب کس مسلمان میں جرأت ہو سکتی ہے کہ وہ کہے کہ صاحب! یہ تشریح صحیح نہیں ہو سکتی (معاذ اللہ معاذ اللہ) لیکن ہمارے ساتھ ایسا ہی ہوا۔ رسول ﷺ نے ان الفاظ میں اپنی طرف سے اپنا کوئی ارشاد اُمت کو دیا ہی نہیں ہے۔

یہ جنہیں آپ روایات کہتے ہیں' جیسا کہ کئی دفعہ اس مجلس میں اس کا ذکر آ چکا ہے' اڑھائی سو سال کے بعد' تو بخاری شریف کا پہلا مجموعہ مرتب ہوا اور وہ بھی بغیر کسی قسم کے پہلے تحریری ریکارڈ (Written Record) کے' تحریر میں کچھ بھی محفوظ نہ تھا' یہ سب زبانی روایتیں چلی آ رہی تھیں۔ اڑھائی سو سال کے عرصے میں مختلف مذاہب کے لوگ مسلمان ہو چکے تھے: عیسائی' یہودی' ایرانی' مجوسی' اس دور میں وہ سب آ گئے ہوئے تھے۔ پتہ نہیں کہاں کہاں سے پھر یہ افسانے نکلے' کس کس نے بنائے۔ سازش یہ کی گئی کہ

---

[1] مہبط (ع۔و۔مذکر) اُترنے کی جگہ

جس نے بھی کوئی افسانہ تراشا' قال رسول اللہ پہلے لکھا' اوکما قال رسول اللہ آخر میں کہا' اور وہ آپ کے ہاں حدیثِ رسول بن گئی صاحب! دشواری پیدا ہوگئی۔ مفسرین نے سب کچھ یہ کہہ کر لکھا کہ حضورﷺ نے یہ فرمایا' فلاں روایت میں یہ آیا' فلاں حدیث میں یہ لکھا ہوا ہے۔

اس سے بھی آگے ایک اور خیال آیا' جہاں کہیں ایسی بات تھی کہ جو کچھ انہوں نے خود لکھا' اس کے متعلق یہ عقیدہ وضع کیا گیا کہ جو کچھ اسلاف کہہ گئے ہیں' اس سے ہم ایک انچ اِدھر اُدھر نہیں ہٹ سکتے' اسی کی پابندی ہمارے اوپر لازم ہے۔ انہوں نے قرآن کریم کو خوب سمجھا' سوچا' احادیث ان کے سامنے تھیں' ان کا دور ہماری نسبت نبی اکرمﷺ کے زمانے سے زیادہ قریب تھا اس لیے انہوں نے جو کچھ کہا ہے' اس کے بعد ہم کچھ سوچ و فکر نہیں کر سکتے۔

میرے ایک دوست نے اگلے دنوں بڑی دلچسپ بات کی۔ کسی ایسے ہی صاحب سے وہ بات کر رہے تھے تو انہوں نے کہا کہ قرآن کریم کے اندر کچھ غور و فکر کرنا چاہیے۔ اُنہوں نے جواباً کہا کہ صاحب! ہمارے اسلاف غور و فکر کر چکے' اب ہم مزید نہیں کر سکتے۔ دوست نے کہا کہ قرآن کریم نے تو قدم قدم پہ ہمیں یہ کہا ہے کہ غور کرو' فکر کرو' تعقل کرو' تدبر کرو' شعور سے کام لو۔ اُس نے کہا کہ یہ ان کے لیے تھا۔ انہوں نے کہا کہ نماز پڑھو' روزہ رکھو' زکوٰۃ دو' حج کرو' یہ تو ہمارے لیے ہے اور غور کرو' فکر کرو' تدبر کرو یہ ان کے لیے تھا۔ میں نے کہا کہ ٹھیک ہے: ''کھان پین نوں بھاگ بھری' دھون بھنان نوں جمعہ خان''۔ جہاں یہ کیفیت پیدا ہو جائے کہ قرآن کے احکام کے لیے جو غور و فکر' تدبر و تعقل اور شعور تھا' یہ ان کے لیے تھا' ہمارے لیے یہ سب کچھ نہیں ہے تو وہاں یہی کچھ ہوگا۔ عزیزانِ من! یہ غلط ہے۔

فکرِ قرآنی پر غور و فکر نہ کرنے والوں کا نتیجہ جہنم ہے اور پہلے انسان کی پیدائش پر ''کتابِ پیدائش'' کی افسانہ سازی

قرآن حکیم قیامت تک کے لیے ہے اور ہر انسان کو دعوت غور و فکر دیتا ہے۔ اور جو غور و فکر سے کام نہیں لیتے' ان کے متعلق کہتا ہے کہ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ (1) (7:179) یہ جہنم میں جانے والے انسان ہیں۔ آخرت کا جہنم تو وہاں جا کر دیکھیں گے' یہاں جہنم تو ہمارے سامنے ہے کہ جو قوم ہزار برس سے غور و فکر چھوڑ دے' وہ کس قسم کے جہنم میں مبتلا ہوتی ہے۔ میں نے عرض کیا ہے کہ دو باتیں ہمارے راستے میں حائل ہوئیں: ایک تو یہ کہ انہوں نے جو کچھ لکھا' اس کے متعلق کہہ دیا کہ رسول اللہﷺ نے ایسا فرمایا' اس کے بعد گردنیں جھک جاتی ہیں۔ اور پھر دوسرا یہ ہے کہ اسلاف نے اگر اپنی طرف سے بھی کچھ لکھا ہے' تو ہم ان

---

(1) انسانوں کی اکثریت کا یہ عالم ہے کہ۔۔۔ مہذب اقوام ہوں' یا جاہل بادیہ نشین۔۔۔ وہ زندگی' جہنم میں گزارتے ہیں (پرویزؒ: مفہوم القرآن' ص ص۔ 385 تا 386)۔

کے خلاف کچھ کہنے کا حق نہیں رکھتے۔

اب یہ خاص مسئلہ ہمارے سامنے ہے کہ اولیّن انسان کی پیدائش کیسے ہوگئی' میں نے عرض کیا کہ تورات کی کتاب پیدائش (GENESIS) میں یہ لکھا ہے کہ خدا نے مٹی سے آدم کا ایک پتلا بنایا اور اس کی پسلی سے پھر اس کی بیوی پیدا کی۔ ہمارے ہاں آپ دیکھیے کہ جب افسانہ آگے بڑھتا ہے تو اس میں زیب داستاں کے لیے کچھ اور بڑھانا پڑتا ہے۔ اگر وہ پہلے ہی افسانے کی نقل ہو تو اس دوسرے افسانے کی کچھ قیمت نہیں ہوتی' کچھ تو اس میں زیادہ ہونا چاہیے۔ وہاں اتنا ہی تھا لیکن ہمارے ہاں کی تفاسیر میں یہ بہت کچھ لکھ کر زیبِ داستاں کے لیے بڑھا دیا۔

ہماری تمام مروجہ تفاسیر امام طبریؒ کی بیان کردہ تفسیر کا پرتو ہیں اور تورات ہی میں بابا آدم اور اماں حوّا کا قصہ

حافظ عماد الدین ابوالغداء اسمٰعیل بن عمر کثیر بن ضوء بن کثیر (774-700ھ) کی تفسیر ابن کثیر (4 جلد) ہمارے ہاں بڑی مشہور تفسیر ہے' اصل میں طبریؒ (ابو جعفر محمد بن جریر الطبری: 923-838ء) کی پہلی تفسیر اسی کا ملخص ہے اور اصل تو یہ ہے کہ ہماری تمام تفاسیر درحقیقت امام طبریؒ کی پہلی تفسیر سے ماخوذ ہیں۔ یہ مفسّرین اپنے اپنے انداز کے مطابق بات کو پھیلاتے چلے گئے ہیں' جب کہ سب نے ان کی نقل کی۔ تاہم انہوں نے یہ انتظام کر دیا کہ اپنے کیے ہوئے کو رسولؐ کے فرمان سے منسلک کر دیا۔ چنانچہ آپ لوگوں کے ذہن اس طرح سے جامد ہو کر رہ گئے۔ تفسیر ابن کثیر سے' میں ایک دو روایتیں آپ کے سامنے پیش کرونگا۔

پہلے تو اس میں لکھا ہے کہ فرشتے بدھ کے دن' جنّات جمعرات کے دن' آدم جمعہ کے دن پیدا ہوئے۔ یہ آپ سوچیے کہ یہ بدھ اور جمعرات اور جمعہ تو انسانوں کے دور کی چیز ہے۔ ہمارے مفسرین سے پوچھیے تو سہی کہ آپ کا ذریعۂ علم کیا ہے کہ فرشتے بدھ کے دن پیدا ہوئے اور جنّات جمعرات کے دن پیدا ہوئے' آدم جمعہ کے دن پیدا ہوئے۔ سوال یہ تھا کہ پیدا کیسے ہوئے۔ لکھا ہے کہ پھر آدمؑ کی مٹی اٹھائی گئی۔ یاد رکھیے! ان کے نزدیک حضرت آدمؑ نبی تھے۔ ان کی مٹی اٹھائی گئی' جو چکنی تھی اور اچھی تھی۔ جب اس کا خمیر اٹھا' تب اس سے حضرت آدمؑ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور چالیس دن تک وہ یونہی پتلے کی شکل میں رہے۔ اب تورات میں اضافہ ملاحظہ فرمایئے۔ ابلیس آتا تھا اور اس پر لات مار کر دیکھتا کہ آیا وہ مٹی بجتی تھی جیسے کوئی کھوکھلی چیز ہو' پھر اس نے دیکھ لیا کہ یہ اندر سے کھوکھلی ہے۔ پھر منہ کے سوراخ سے گھس کر پیچھے کے سوراخ سے نکل جاتا اور اسی طرح سے وہ آتا جاتا تھا۔ پھر جب اللہ نے ان میں روح پھونکی اور وہ سر کی طرف سے نیچے کی طرف آئی تو جہاں جہاں تک پہنچتی رہی' خون گوشت بنتا گیا۔ جب ناک تک روح پہنچی تو وہ اپنے جسم کو دیکھ کر خوش ہوئے اور جھٹ سے اٹھنا چاہا لیکن نیچے کے دھڑ میں روح نہیں پہنچی تھی اس لیے اٹھ نہ سکے۔ جب سارے جسم میں روح پہنچ گئی اور چھینک آئی تو کہا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ اللہ تعالیٰ نے جواب میں کہا کہ یرحمک اللہ۔ یہ مروجہ تفسیر ہے اور ہمارے لیے دقت یہ ہے کہ کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا فرمایا۔

پھر اس کے بعد ان کی بیوی کا پیدا کرنا ہے۔ آپ تن تنہا تھے' ایک دن آپ پر نیند کا غلبہ ہوا تو آپ کی بائیں پسلی سے حضرت حوّا

کو پیدا کیا۔ جاگ کر انہیں دیکھا تو پوچھا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے کہا کہ میں ایک عورت ہوں اور آپ کے ساتھ رہنے اور تسکین کا سبب بننے کے لیے پیدا کی گئی ہوں۔ چلیے' صاحب! تورات نے تو یہاں تک کہنے کے بعد مسئلہ چھوڑ دیا کہ سلسلہ آگے چلے گا۔

انسانی پیدائش کے سلسلہ میں احتشام الحق تھانویؒ کا درسِ قرآنِ حکیم اور بسیط حقائق پر قرآن کا عملی انداز

اب ہمارے سامنے ایک شرعی مسئلہ آ گیا کہ ان کا نکاح بھی تو ہونا چاہیے۔ اگر یہ سلسلہ بغیر نکاح کے آگے چلے تو ''وہ'' کیا ہو؟ ''وہ'' عیسائیت میں آدم حوّا کا پہلا گناہ (Original Sin) کہا تھا' وہ بھی آدم کے اس (اختلاط) کا نتیجہ تھا۔ انہوں نے کہا کہ نہیں صاحب! ہم تو ایسا لاینحل مسئلہ نہیں رہنے دیں گے۔ اس کا خیال کچھ بعد میں پیدا ہوا۔ مولانا احتشام الحق صاحبؒ (1863-1943ء) نے اپنے درس میں یہ فرمایا تھا۔ یاد رہے! اس زمانے میں ریڈیو پہ درس قرآن ہوا کرتے تھے۔ مولانا احتشام الحق تھانویؒ کے نزدیک نکاح کی بڑی اہمیت تھی۔ انہوں نے اس میں کہا کہ حضرت آدمؑ نے جب اس عورت کو چھونے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو وحی کے ذریعے اللہ کا حکم پہنچا کہ آپ اس وقت تک اسے چھو نہیں سکتے جب تک اس کا مہر نہ ادا کیا جائے۔ حضرت آدمؑ نے پوچھا کہ اے پروردگار! اس کا مہر کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اس کا مہر یہ ہے کہ محمدﷺ اور آلِ محمدﷺ پر دس بار درود بھیجیں۔ حضرت آدمؑ نے دس مرتبہ محمدﷺ اور آل محمدﷺ پر درود بھیجا اور ملائکہ کی شہادت کے ساتھ دونوں کے مابین نکاح قائم ہوا۔ اور اس جمعہ کے آخری حصے میں فرشتوں کو حکم ملا کہ یاقوت اور سچے موتیوں کے زیور اور لباسِ زینت سے حضرت حوّا کو آراستہ کر کے' دونوں کو جنت میں داخل کر دیا جائے۔ چلیے' صاحب! جوڑا بھی بنا' نکاح بھی ہوا۔ انسانی نقطۂ نگاہ سے بات طے ہوگئی' شرعی نقطۂ نگاہ سے بھی مسئلہ حل ہوگیا۔ اب آپ گھبرائیے نہیں' نہ ہمیں گھبرانے کی کوئی ضرورت ہے۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ بات اگر ان حضرات کے اپنے ہی خیال تک ہوتی تو اس میں ہمارے لیے کوئی دشواری نہیں تھی۔

قرآن کریم نے اپنے سمجھنے کے متعلق بتایا یہ ہے کہ سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ (41:53) ہم اپنی نشانیاں عالمِ انفس اور آفاق میں دکھاتے چلے جائیں گے' جوں جوں کسی پسِ پردہ نشانی کے اوپر پڑا ہوا پردہ اٹھے گا' تو اس سے قرآن کریم کا کوئی ایک دعویٰ حقیقت بن کر سامنے آ جائے گا۔ اس طرح آہستہ آہستہ یہ حقیقت سامنے آ جائے گی کہ قرآن کریم نے جو کچھ کہا ہے' وہ حق ہے یعنی زمانے کے تقاضوں سے علمِ انسانی جتنا بڑھتا چلا جائے گا' اس علم کی رو سے جو حقائق منکشف ہونگے' ان میں سے ہر حقیقت قرآن کریم کے کسی نہ کسی دعوے کی صداقت کا ثبوت بنتی چلی جائے گی۔ قرآن کریم کسی ایک دور میں سمجھا نہیں جا سکتا۔

میں یہ عرض کر دوں کہ ایک چیز تو قرآن کریم کے احکام یا اس سے زندگی کے سفر میں ہدایت یا راہنمائی لینا ہے۔ وہ تو ایسی صاف واضح بیّن متعین ہے اور بڑی آسان ہے۔ کہا ہے کہ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ (54:22) راستہ چلنے کے لیے' یہ دیکھنے کے لیے کہ ہم ٹھیک جا رہے ہیں یا غلط جا رہے ہیں' قرآن کریم کچھ مشکل کتاب نہیں۔ کہا کہ یہ بڑی آسان کتاب اور واضح کتاب ہے' یہ

تِبۡيَانًا لِّكُلِّ شَيۡءٍ (16:89) ہے۔اس کی ہدایت اس کے احکام ہیں۔اوراس میں سراسر حقائق بیان ہوئے ہیں۔حقائق کی کیفیت یہ ہے کہ یہ علم کی رو سے سمجھے جاسکتے ہیں اور حقائق کی کیفیت یہ ہے کہ اصل چیز تو اس کی ہدایت ہے۔ہدایت کے ضمن میں وہ اس انداز سے کہیں تشبیہات لاتا ہے' کہیں تمثیلات لاتا ہے' اسے جو بسیط صداقت (Abstract Truth) ہیں' وہ بیان کرنے ہوتے ہیں' انہیں تو بہر حال ایک علمی انداز سے ہی بیان کیا جاسکتا تھا۔

قرآنِ حکیم کے بیان کردہ حقائق کا علمِ انسان کے بلند ہونے سے تدریجاً واضح ہوکر حق ثابت ہوتا چلا جاتا ہے اسی لیے فکر وتدبر کا حکم ہے

اس میں بیان ہونے والے حقائق کے متعلق ہے کہ جوں جوں علم انسانی بڑھتا چلا جائے گا' قرآنی حقائق ابھر کر سامنے آتے چلے جائیں گے۔لہٰذا قرآنی حقائق کسی ایک دور میں نہیں سمجھے جاسکتے' ارتقائی طور پر' تدریجاً یہ سلسلہ جاری رہنا چاہیے۔اور یہ ہے وہ بات کہ ہر دور کے انسان کو غور اور فکر وتدبر وشعور کی تاکید کی گئی ہے۔یہ سلسلہ لامتناہی ہے' قرآن حکیم بھی قیامت تک کے لیے کتابِ محفوظ ہے' کائنات میں بکھرے ہوئے حقائق بھی اپنی اپنی جگہ پر کتاب مکنون ہیں۔علمِ انسانی بلند ہوتا ہوا' ایک ایک حقیقت پر پڑا ہوا پردہ اٹھاتا چلا جائے گا' قرآن حکیم کے دعوے کی صداقت کا ثبوت بہم پہنچتا چلا جائے گا اور یہ سلسلہ جاری رہے گا۔تدبر اور تفکر کا حکم' دنیا کے آخری انسان کو بھی اسی طرح سے ہے' جیسا کہ صدر اول کے مسلمانوں کے لیے تھا۔اس سے پہلے اگر یہ چیز سمجھ میں نہیں آئی تھی تو اس کے لیے ہمارے یہ بزرگ قصور وار نہیں ہیں' انسانی علم کی سطح ابھی اتنی اونچی نہیں ہوئی تھی۔اور اگر آج یہ حقائق ہماری سمجھ میں آگئے ہیں تو اس میں کوئی ہماری کاریگری نہیں ہے' ہمارے دور میں علم انسانی اتنا بلند ہوگیا ہے کہ کل تک جو چیزیں بالکل سربستہ راز نظر آتی تھیں' آج حقیقتیں بن کر ہمارے سامنے آگئی ہیں۔اس میں اگر کوئی ہماری خوبی ہے تو وہ اتنی ہی ہے کہ قرآن حکیم نے جو ہمیں غور وفکر اور تدبر وشعور سے کام لینے کا حکم دیا تھا' ہم نے اس سے کام لیا۔علمِ انسانی نے جو کچھ منکشف کیا تھا' ہم نے اس کی روشنی میں قرآن کی آیات پر غور کیا اور حقیقتیں ہمارے سامنے آگئیں۔اس اعتبار سے ہم اسلاف سے آگے ہیں' ہم آگے کیا ہیں' ہمارا زمانہ وہاں سے آگے ہے' علم انسانی کی سطح اس سے اونچی ہے۔یاد رکھیے! ہر دَور میں علم انسانی کا جو ردّہ [1] رکھا جاتا ہے تو اس سے علم کی دیوار اونچی ہوتی چلی جاتی ہے۔

ہمیں دیا جانے والا یہ تصور کہ پہلا دور سب سے اونچا تھا' حقیقت نہیں ہے' یہ حقیقت کے خلاف ہے۔جوں جوں زمانہ گزرتا چلا جاتا ہے' وہ دَور پست ہوتا چلا جاتا ہے۔انسانیت ارتقاء سے گزر رہی ہے' علم بڑھتا چلا جارہا ہے اور علم کے بڑھنے کی تو کوئی حد بھی

---

[1] ردّہ (ف-ا-مذکر) ایک چنائی کے بعد دوسری چنائی کے لیے اینٹ رکھنا۔

نہیں ہے۔ وہ ذات اقدس واعظم ﷺ جو ہمارے ایمان کے مطابق علم کی انتہائی بلندیوں پر تھی' ان حضور ﷺ کی بھی قرآن کریم میں یہ دعا مذکور ہے کہ رب زدنی علمًا (20:114) یااللہ! میرے علم میں اوراضافہ کرتا جا۔ اگر حضور ﷺ بھی علم کے اضافے کی دعائیں مانگتے ہیں تو اور کون ہوسکتا ہے ان کے بعد' جو یہ کہہ دے کہ نہیں صاحب! اب علم کے اضافے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ تو یہودیوں کے راہب کرتے تھے کہ ''ہمارے پیالے بھر چکے' اب اس میں ایک قطرہ کی بھی گنجائش نہیں ہے' ہمارے دل لپیٹے ہوئے ہیں' اب اس کے اندر کوئی شے نہیں جاسکتی''۔

قرآن حمید نے ہمیں فکر و تدبر سے کام لینے کا حکم دیا ہے' حضور ﷺ کا جو عالم الناس ہیں وہ اسوہ یہ ہے کہ زندگی کے آخری سانس میں بھی دعا مانگتے ہیں کہ یااللہ! میرے علم میں اضافہ فرمادے۔ مومن کا تو شعار یہ تھا کہ وہ علم کی دنیا میں بھی انسانیت کی امامت کرتا ہے' سب سے آگے جاتا ہے۔ میں نے عرض کیا ہے کہ اگر آج ہم اس قسم کے حقائق کو بہتر طور پر سمجھنے کے قابل ہوگئے ہیں تو اس میں انفرادی طور پر ہماری کچھ کاریگری نہیں ہے۔ علم انسانی آگے بڑھ گیا ہے۔ اس کی روشنی میں قرآن حمید کے حقائق خود اجلے' نکھرے ہوئے موتیوں کی طرح سامنے آتے ہیں۔ اب دیکھیے کہ یہ جو مشکل ترین مسئلہ تھا کہ پہلا جوڑا کیسے وجود میں آ گیا' اس کی ابتدا کس طرح سے ہوگئی' آج سائنس کے انکشافات دو اور دو چار کی طرح اسے ثابت کر رہے ہیں۔ مرد اور عورت یا نر اور مادہ کے اس طرح کے جوڑوں کو' جیسا ہمارے سامنے آج ہیں' وہ بتاتے ہیں کہ اس طرح سے زندگی کی ابتدا نہیں ہوئی تھی۔

آدم کی پیدائش کے سلسلہ میں سائنس کے انکشافات: مٹی اور پانی کے ملاپ سے پیدا ہونے والے جرثوموں کی نوعیت

یہ بات ذرا مشکل اور لمبی سی بھی ہے۔ درس میں' میں اس تفصیل میں تو نہیں جاؤنگا' اس کا ملخص' جو اس وقت تک ہمارے ہاں سائنس حقیقت ثابتہ کی طرح سامنے لے آئی ہے' یہ ہے کہ ارض پر Inorganic Matter (غیر نامیاتی مادہ) تھا یعنی وہ مادہ تھا جس میں زندگی نہیں ہوتی۔ کہا کہ اس میں زندگی نہیں تھی' پانی کے چھینٹے سے زندگی کی نمود ہوتی ہے۔ پانی جب مٹی کے ساتھ ملتا ہے اور اس میں حرارت پہنچتی ہے تو وہ خمیر اٹھتا ہے جسے ہم Fermentation (عملِ تخمیر) کہتے ہیں۔ یہ جو ہڑوں کے کنارے پانی جمع ہوجائے تو اس کے بعد آپ دیکھتے ہیں کہ ان کے کنارے پر وہ کیچڑ سوکھتا بھی ہے اس میں بساند [1] بھی آتی ہے۔ یہ جسے آپ Fermentation (عملِ تخمیر) کہتے ہیں اس سے بساند آتی ہے۔ اس کے اندر اتنے باریک جرثومے ہوتے ہیں جن کو Cells کہتے ہیں [2]' وہ ابھر آتے ہیں۔ یہ مٹی کا خلاصہ ہوتا ہے یعنی اس مٹی میں سے کچھ وہ سالٹ یا اس قسم کی چیزیں کھینچ کر آتی ہیں' پھر پانی

---

[1] بساند۔بُو' گوشت یا مچھلی وغیرہ کی بُو۔

[2] خلیہ نخز مایہ سے بنے ہوئے تمام جانداروں کے جسم وعمل کی بنیادی اکائی یا نفسِ واحدہ جس میں ایک مرکزہ اور خلیہ مائی ہوتا ہے اور جو جانوروں میں نیم سرایت پذیر جھلی کے اندر اور پودوں میں خلیاتی دیواروں سے محصور ہوتا ہے۔

کی نمی اس میں ملتی ہے' سورج کی حرارت سے وہ آگے بڑھتی اور اسے پہلا لائف سیل کہا گیا ہے۔ یہ ایک ایسا جرثومہ سامنے آتا ہے جس میں زندگی ہوتی ہے۔ یہ خدا کی تخلیق کا پروگرام ہے کہ اس نے ایسا بنایا۔

یہ پہلا جرثومہ جو زندگی یا لائف سیل ہے' آج بھی ہے' اُسے آج بھی اس طرح سے مٹی اور پانی کے امتزاج سے' تھوڑی سی حرارت بہم پہنچا کر' آپ مائیکروسکوپ (Microscope) کے نیچے دکھا سکتے ہیں۔ نہ مٹی الگ چل رہی ہوتی ہے' نہ پہلے سے اس کیچڑ میں کوئی چیز ہوتی ہے لیکن اس کے بعد ''آجیہڑا کیندے نیں کربُل کربُل کردے سن اوہدے وچ'' ❶۔ وہ ذرا بڑے ہو جاتے ہیں تو وہ ہمارے آپ کے سامنے بھی آ جاتے ہیں۔ یہ جو پھل سڑ جاتے ہیں' یہ ان میں بھی آپ دیکھتے ہیں' گوشت سڑ جاتا ہے آپ اس میں بھی دیکھتے ہیں' ان کی وہ بڑی موٹی ہیئت ہوتی ہے جو یوں آنکھوں کے سامنے آ جاتے ہیں حالانکہ آغاز میں وہ جرثومے بڑے ہی باریک ہوتے ہیں۔ ہمارا سارا جسم ان جرثوموں سے بنا ہوا ہوتا ہے۔

سیل کا دو حصوں میں پھٹنا اور انسان کے ہر سانس میں' ایک سیکنڈ میں' پچاس لاکھ جرثوموں کی ہلاکت کا باعث بننا

عزیزانِ من! یہ ایک ایسا عجیب سلسلہ ہے' کبھی ارتقا کے موضوع پر آؤنگا تو قرآن مجید سے ایک ایک آیت سامنے لا کر آپ کو بتاؤنگا کہ آج یہ جو ہم انسانوں کی صورت کا سلسلہ ہے' یہ ہم یوں مکمل نہیں ہوگئے ❷۔ آج بھی ہم ہر سانس میں مرتے ہیں' ہم ہر سانس میں بنتے ہیں۔ ایک سیکنڈ میں قریب پچاس لاکھ جرثومے (Cells) ہمارے اندر تلف ہوتے ہیں اور اس کی جگہ نئے جرثومہ بنتے ہیں۔ یہ جو لائف سیلز ہیں ان کی ابتدا اس طرح سے ہوتی ہے۔

وہ سیل ایک ہی ہوتا ہے' اس کے اندر ابھی اس کی صلاحیت نہیں ہوتی کہ وہ اپنے جیسا ایک اور سیل پیدا کر لے۔ یہ واحد ہوتا ہے۔ اپنی ذات کے اندر وہ ایک جامع چیز ہوتی ہے لیکن اس میں ابھی آگے کچھ پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ اس کے بعد وہ کچھ عرصہ اور حرارت وغیرہ سے مزید غذا لیتا ہے' پھر وہ جوشِ نمود سے پھٹ جاتا ہے' اس کے خود دو حصے ہو جاتے ہیں۔ ان کو سسٹر سیلز (Sister Cells) کہتے ہیں یا ڈاٹر سیلز (Daughter Cells) بھی کہتے ہیں۔ ان میں سے ایک حصے کو آپ مذکر کہیے جبکہ دوسرا حصہ مؤنث ہوتا ہے' ایک نر (Spermatozoon) ہوتا ہے اور ایک مادہ (Ovum) ہوتا ہے۔ آج تک کوئی نہیں کہہ سکا کہ وہ پہلا سیل' جس کے اندر مختلف قسم کی خصوصیات نظر نہیں آتی تھیں' جب وہ خود ہی جوشِ نمود سے دو حصوں میں پھٹتا ہے یا بٹتا ہے تو ان دونوں میں الگ الگ خصوصیات کیوں پیدا ہوتی ہیں' بس یہ ہوتا ہے۔ لیجیے زندگی کو آگے بڑھانے کے لیے پہلا جوڑا وجود میں آ گیا اور اس سے آگے بڑھنا شروع ہوا۔ مٹی اور پانی کے امتزاج سے وہ سیل (خلیہ) ❸ تو بنتے چلے جاتے ہیں لیکن وہ واحد ہوتا ہے' ایک ہوتا ہے' اس کے اندر دو کی خصوصیت نہیں ہوتی۔ جب پھٹتا ہے تو اس کے اندر جوڑا بنتا ہے' ان جوڑوں (Pairs) سے پھر

---

❶ یہ وہی ہے کہ جسے کہتے ہیں کہ وہ ڈھیروں کی تعداد میں اس میں متحرک رہتے ہیں۔

❷ وہ سلسلہ مختصر لفاظ میں یہ ہے:

❸ Cell (خلیہ) مرکب ہوتا ہے مادہ' خمیر (Nucleus) اور پیکر (Cell-Body) سے۔ ان میں ایک لیس دار مادہ (Nucleus) زندگی کے تمام عظیم المرتبت امکانات اپنے اندر لیے ہوتا ہے۔ حیات کا یہ خلیہ (Cell) 'نقطۂ آغاز وہ نفسِ واحدہ ہے جس سے شجرِ زندگی کی شاخیں پھوٹتی ہیں۔ (پرویزؒ: ابلیس و آدم' ادارہ طلوعِ اسلام' لاہور' 1983' ص ص۔ 10,9)۔

بات آگے چلتی ہے۔

جرثوموں کے ارتقائی منازل سے استقرارِ حمل تک

زندگی جرثوموں (Cells) سے شروع ہوئی ہے۔ یہ مختلف ارتقائی مدارج طے کرتی ہوئی' قرآن کے الفاظ میں' ایک ایک دور (Period) جو پچاس پچاس ہزار ❶ سال کا بھی تھا' آگے بڑھتی گئی' پیکر بدلتی گئی۔ پانیوں میں پہلے ابتدا مچھلی وغیرہ ❷ کی شکل میں ہوئی' ان میں سے کہیں پانی نے' کسی کو لہر کے ساتھ بہا کر خشکی پر پھینکا' کہیں پانی پیچھے ہٹ گیا۔ انہوں نے اپنے نئے Environment (ماحول) میں زندہ رہنے کے لیے تگ ودو کی' کچھ پروں والے ہوگئے' کچھ رینگنے والے ہوگئے' اور کچھ پاؤں پر چلنے والے پیدا ہوئے' یہ سارے ❸ بنے' میں قرآن مجید کی آیتوں کا ترجمہ کیے جا رہا ❹ ہوں۔ عزیزانِ من! پھر یہ سلسلہ آگے بڑھا۔ یہ وہی ہے جسے تولید (Procreation) کہتے ہیں' جسے استقرارِ حمل کہتے ہیں' یہ ان میں بھی ہے جنہیں میمل (ممالیہ جانور) دودھ پلانے والے ❸ کہتے ہیں' یہ قرآن مجید کے الفاظ ہیں کہ ان کے ہاں بھی یہ سلسلہ جاری ہوا۔

زندگی مختلف مراحل ومدارج سے گزرتی ہوئی پیکرِ انسانی میں نمودار ہوئی: مبداء سے پیکر تک

اور پھر اس طرح سے جب یہ سلسلہءِ نر و مادہ' حیوانات میں آیا تو اگلی بڑھتی ہوئی شکل پیکرِ انسانی میں جلوہ گر ہوگئی اور یہ سلسلہ پھر آگے جاری ہے۔ سائنس کے انکشافات اس حد تک آ پہنچے ہیں۔ یہ چیزیں اب ان کے ہاں نظری نہیں رہ گئیں' ٹھوس حقائق بن گئی ہیں۔ اور حق تو کہتے ہی اس کو ہیں جو محسوس طور پر ایک حقیقت بن کر سامنے آ جائے۔ یہ چیزیں حق بن گئی ہیں' دیکھی جا سکتی ہیں' دکھائی جا سکتی ہیں کہ یوں ہو رہا ہے۔ اور پھر اس کے بعد ان کی تحقیقات کا سلسلہ جاری ہے۔ وہ تمام جانداروں کی کڑی در کڑی لیتے چلے جاتے ہیں اور پھر ان پر باری باری تحقیق کر رہے ہیں وہ فاسلز (Fossils) ❺ کو ڈھونڈ رہے ہیں۔ یہ وہی ہیں جو زمین کے نیچے تخ

---

❶ دیکھیے (70:4)

❷ ماضی کے کسی ارضیاتی دور کے پودے یا جانور کے ڈھانچے یا بقیہ آثار جو زمین کی سطح یا طبقات میں سے دریافت ہوں' متحجر ہو چکے ہوں وہ Fossils (فوصل) کہلاتے ہیں۔

❸ اس کے لیے دیکھیے (24:55)۔ جو اپنے پیٹ کے بل رینگتے ہیں مثلاً ایسے بہت سے غیر فقری چھوٹے چھوٹے حیوانات جن کے اعضا کے بغیر جسم بڑے نازک اور مطول ہوتے ہیں' ان میں کینچوے' چپٹے کیڑے شامل ہیں؛ بہت سے چھوٹے چھوٹے زمین پر رینگنے یا چھید کرنے والے کیڑے مکوڑے' سنڈیاں' لاروے یا جہازی حشرات' وہ جاندار جو حشرات سے شکل وصورت میں مشابہ ہوں اور ریپٹائلز (Reptiles) وغیرہ۔ رینگنے اور پاؤں کے بل چلنے والے ہی نہیں بلکہ پرندے بھی۔

❹ اس کے لیے دیکھیے: پرویزؒ: ابلیس وآدم (انسان ص ص۔ 2 تا 36)' ادارہ طلوعِ اسلام' لاہور' 1983۔

❺ جو قارئین ''شجرِ ارتقا کا گلِ سرسبد'' (Tree-like Pattern of Evolution) سے دلچسپی رکھتے ہیں ان کے لیے یہ کتاب بڑی ہی دلچسپ بھی ہے اور قرآنِ کریم سے قریب تر بھی لاتی ہے:

Abdul Wadud: Phenomena of Nature and The Quran, Khalid Publishers, Lahore, 1994.

بستہ تہوں کے نیچے آ گئے تھے' یہ ان جانوروں کی ہڈیوں کے ڈھانچے نکال رہے ہیں' ان پر تحقیقات کر رہے ہیں❶۔ اور ہر تحقیق جب یقین تک پہنچتی ہے تو معلوم ہے کہ وہ کیا کہتی ہے؟ وہ یہ کہتی ہے کہ قرآن حمید کی یہ آیت حقیقت ہے۔

عزیزانِ من! میں نے یہ مختصر طور پر عرض کیا ہے کہ ذہن انسانی کی افسانہ گری نے اس مسئلے کو کیسے الجھایا اور اُدھر سائنس کے انکشافات ہمیں کہاں تک لے آئے ہیں۔ قرآن نے کہا تھا کہ مجھے سمجھنا ہو' میرے حقائق کو سمجھنا ہو' تو انفس و آفاق میں بکھری ہوئی نشانیوں پہ غور کرو۔ اِن سائنسدانوں نے آفاق میں بکھری ہوئی نشانیوں پر غور کیا' تدبر کیا' تحقیق کی' تجسس کیا' انکشافات کیے' تو اس نتیجے پہ پہنچے۔ قرآنِ کریم نے کہا تھا کہ جب بھی کوئی حقیقت تمہارے سامنے آئے گی تو وہ میرے بیان کردہ دعوے کی تصدیق کرے گی۔ سائنس نے ہم سے کہا کہ زندگی کی ابتدا Inorganic Matter (غیر حیات' غیر نامیاتی مادے) سے ہوئی' اس مادے سے جس کے اندر زندگی نہیں تھی۔ یہ وہی ہے جسے مٹی (Clay) کہا جاتا ہے۔ قرآن حکیم نے کہا ہے کہ وَ بَدَاَ خَلۡقَ الۡاِنۡسَانِ مِنۡ طِیۡنٍ (32:7) انسانی پیدائش کی ابتدا مٹی سے ہوئی۔ غور فرماتے جایئے! جب آفاق کی نشانیاں بے نقاب ہو کر سامنے آتی چلی جائیں تو وہ کس طرح قرآن کے دعوے کی صداقت کا ثبوت بنتی چلی جاتی ہیں۔ زندگی کی ابتدا یہاں سے ہوتی ہے۔

آپ کے ہاں Theory of Evolution (نظریۂ ارتقا) ہے کہ زندگی کیسے شروع ہوئی اور اس پیکر میں کیسے آئی۔ پہلا Sentence (جملہ) یہ ہوتا ہے کہ Inorganic Matter (غیر نامی مادے) کے اندر تو یہ بات نہیں تھی لیکن اس کی جو ابتدا ہے' وہ Inorganic Matter (غیر نامی مادے) سے ہوئی ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ وَ بَدَاَ خَلۡقَ الۡاِنۡسَانِ مِنۡ طِیۡنٍ (32:7) انسانی پیدائش کی ابتدا مٹی سے ہوئی۔ اب خشک مٹی کو گیلا کر کے اس کا تو پتلا ہی بنایا جا سکتا ہے' ذہن انسانی نے' جب وہ

---

(1) صفحہء ارض پر زندگی (Life) کی ابتدا پانی سے ہوئی ہے۔

(2) پانی اور مٹی کے امتزاج سے زندگی کے جرثومہء اوّلین کو پیکر عطا ہوا۔

(3) زندگی کے یہ جراثیم مختلف نوعوں میں تقسیم ہو کر ایک درخت کی شاخوں کی طرح بڑھنے پھولنے لگے۔

(4) ان جراثیم کے پیکروں میں ہزار ہزار سال کے مراحل کے بعد مختلف تبدیلیاں واقع ہوتی رہیں۔

(5) ان طویل المیعاد مراحل کو طے کر کے سلسلہ تخلیق اس منزل پر پہنچا جسے "تخلیق بذریعہ تناسل" کہتے ہیں یعنی حیوانی سطحِ زندگی۔

(6) حیوانی زندگی اسی قسم کے غیر محسوس اور طویل المیعاد مراحل طے کرنے کے بعد منزل بہ منزل انسانی پیکر میں جلوہ ریز ہوئی۔

(پرویزؒ: ابلیس و آدم' ادارہ طلوعِ اسلام' لاہور' 1983' ص۔4)

❶ ڈاکٹر سید عبدالودود مرحوم کی کتاب "قرآن اور مظاہرِ فطرت" (Phenomena of Nature and the Quran) کے صفحہ 201 پر دی گئی تصویر Some Fossilized Exitnct Animals مچھلی سے ممالیہ جانور تک شجرِ زندگی کی عکاس ہے۔

عہدطفولیت میں تھا' مٹی کا پتلا بنایا۔قرآن مجید کہتا ہے کہ نہیں! یہ پتلے والی بات نہیں ہے بلکہ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ (23:12) یہ مٹی کا پتلا نہیں بنایا' ''مٹی کے اندر زندگی پیدا کرنے والی چیزوں کا جو نچوڑ تھا ہم نے اس سے زندگی کی ابتدا کی''۔کیا بات ہے قرآن کریم کی! بہت اچھا! وہ چیزیں تو اس میں تھیں تو پھر کیا ازخود اس میں زندگی کی نمود ہوگئی؟ کہا کہ نہیں! یہ از خود نہیں ہوسکتی تھی وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ (21:30) زندگی کی نمود پانی سے ہوتی ہے: مٹی' مٹی کا خلاصہ (بے جان مادہ)' پانی' یہ ملے۔

ضمناً یہ عرض کردوں کہ اتنا کہہ کر کہ وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ (21:30) (ہم نے پانی سے زندگی کی نمود کی)' آپ دیکھتے ہیں کہ یہ خالص Scientific Truth (سائنسی حقیقت) ہے جسے بیان کیا گیا ہے۔اور اس کے فوراً بعد کہا ہے کہ اَفَلَا يُؤْمِنُونَ (21:30) اب بھی ایمان نہیں لاتے ہو! ایمان لانے کے لیے آپ دیکھ رہے ہیں کہ کیا چیزیں پیش کی جارہی ہیں۔چلیے! مٹی' پانی اور ہوا در آئے۔اب سوال یہ ہے کہ اس سے کیا ہوا؟ کہا ہے کہ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ (37:11) یہ گوندھی ہوئی جو چپچپی مٹی بنی' اس سے بات آگے چلی ہے۔آپ دیکھتے ہیں کہ کیسے یہ کڑیاں بنتی چلی جارہی ہیں۔اسے سامنے رکھیے اور چارلس روبرٹ ڈارون (82-1809ء) کی کتاب "On The Origin of Species" کو لیجیے' وہ تو خیر اس کی ابتدائی کتاب تھی مگر یہ جو Pioneers (السابقون الاولون) ہیں ان کا انسانیت پر بڑا احسان ہے۔ان کی ساری زندگی' آپ کو معلوم ہے کہ کیا ہے؟ یہ کہ وہ ایک ایک چیز کی تحقیق کے لیے اپنی جان جوکھوں میں ڈالتے ہیں! ان کی کیفیت یہ ہے کہ اس کے لیے انہوں نے اپنی زندگیاں وقف کردی ہیں۔اور جن نتائج پہ پہنچ رہے ہیں' وہ یہی نتائج ہیں کہ طِيْنٍ لَّازِبٍ (37:11) چپچپی مٹی سے زندگی کی ابتدا ہوئی۔پانی اور مٹی سے بنی اس چپچپی مٹی میں پھر حرارت ملی۔قرآن حمید کہتا ہے کہ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ [1] (15:26) پھر اس کے اندر سڑاندسی پیدا ہوئی' سورج کی حرارت سے یہ مٹی (Clay) کچھ خشک ہوئی۔اگر اس چیز کو پانی کے اندر ہی رہنے دیا جائے اور اس میں حرارت نہ ہو' تو پھر وہ زندگی کا جرثومہ نہیں بنتا' مٹی اور پانی ملنے کے بعد اس کو حرارت کی ضرورت ہوتی ہے' حرارت کے لیے سورج کی ضرورت ہے۔قرآن حمید نے كَالْفَخَّارِ (55:14) کہا ہے۔وہ مٹی (Clay) بالکل خشک تو نہیں ہوگئی' یہ كَالْفَخَّارِ (55:14) یوں ہے جیسے ''گویا وہ سوکھی ہوئی ہے''۔یہ اگر بالکل خشک ہو جائے تو پھر بھی اس میں زندگی نہیں رہتی۔یہ الفخار وہی ہے جو مٹکے کا ٹھیکرا ہوتا ہے۔پانی اور مٹی سے تو زندگی کی ابتدا ہوئی ہوتی ہے' اس کے اندر تو زندگی نہیں ہوتی۔پانی اور مٹی کو یوں گھول دیا جائے تو اس میں بھی زندگی نہیں ہوتی۔اس کو ملا کر جب حرارت بہم پہنچایئے تو پھر اس میں حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ (15:26) ہوتا ہے یعنی اس میں سے سڑاندسی پیدا ہوگی اور اس کی ابتدا کے بعد وہ

---

[1] یہ حقیقت ہے کہ انسان کی پیدائش کی ابتدا' سیاہ کیچڑ سے ہوئی جو سوکھ کر کھنکھنانے لگتا ہے (پرویزؒ: مفہوم القرآن' ص۔583)۔

حرارت سے بجنے والی ہوگی لیکن مٹکے کی طرح بجنے والی نہیں' یہ اس سے پہلے کی منزل ہے جب وہ سیاہ کیچڑ سی ہوتی ہے اور حرارت لگتی ہے۔اب یہاں یہ کَالْفَخَّارِ (55:14) آیا ہے یعنی زندگی کی پیدائش کی ابتدا ایسی مٹی سے ہوئی جو سوکھ کر بجنے لگتی ہے۔

14 سو سال پیشتر زندگی کے مختلف مراحل کو تفصیلی طور پر بیان کرنا عقلِ انسانی کے بس کی بات نہ تھی لیجیے!

وہ پہلا لائف سیل آ گیا!

عزیزانِ من! ان چیزوں کی داد تو یورپ کے سائنٹسٹ دے سکتے ہیں۔اب سوال یہ ہے کہ کیا چودہ سو سال پیشتر کا ایک انسان' جس کے زمانے کو ہی Dark Ages (دورِ جہالت) ❶ کہتے ہیں اور وہ بھی عرب کی سرزمین پر جہاں علم کی روشنی ہی نہیں تھی' اس کے اندر ایک انسان جس نے چالیس سال تک لکھنا پڑھنا بھی نہیں سیکھا یہ کچھ کہہ سکتا تھا؟ دیکھیے! وہ زندگی کی ابتدا کی کڑیاں بیان کر رہا ہے اور یہاں آ کر یہ کہتا ہے کہ اس میں حرارت کی وجہ سے کچھ سوکھا ہے' وہ سوکھنے والی چیز میں فرق پیدا کرتا ہے۔یہ اس قسم کی سوکھی ہوئی چیز ہے جیسے کہ یہ مٹکے کی ٹھیکری ہوتی ہے' وہ کہتا ہے کہ اس قسم کی سوکھی ہوئی چیز ہے کہ جو سوکھی ہوئی تو ہوتی ہے لیکن اس میں زندگی کی نمود ہو جاتی ہے۔یہ ہے کَالْفَخَّارِ (55:14)۔اب لیجیے صاحب! یہ چیز جو ہمارے سامنے آئی یہ پہلا لائف سیل آ گیا' ابھی وہ ایک سے دو نہیں ہوئے۔

قرآنِ حکیم کے نزدیک انسانی زندگی کا مقصد نوعِ انسانی کو نفسِ واحدہ کی طرح ایک عالمگیر برادری کو قائم کرنا تھا اور ہے

اب کہا ہے کہ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُوا۟ رَبَّكُمُ ٱلَّذِى خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَٰحِدَةٍ (4:1) اے نوعِ انسانی! خدا کے اس قانون کی نگہداشت کرو جس نے تمہاری پیدائش کی ابتدا ایک جرثومۂ زندگی ❷ سے کی۔بات تو اس نے یہ کہنی ہے کہ تم نے تمدنی زندگی میں' آپس میں' مل جل کر رہنا ہے لیکن قرآن حکیم ہے' وہ بات یہاں سے شروع کرتا ہے۔کیوں اس نے یہاں سے بات شروع کی؟ یہ سائنس کی کتاب تو ہے نہیں۔اس نے آپ کو اس حقیقت پر لانا ہے کہ پوری انسانیت ایک عالمگیر برادری ہے اور اس کو وہ یہ کہہ کر لاتا ہے کہ تمہاری Origin (ابتدا) بھی تو ایک نفسِ واحدہ سے ہوئی ہے۔یہ مختلف شکلیں جو تم نے اختیار کر لی ہیں' یہ تو ماحول کے اعتبار سے' زندگی کا تقاضا ہوا' Origin (اصل) کے اعتبار سے تو سب کا جو Origin (مخرج ومنبع' مبداء) ہے' وہ ایک لائف سیل (جرثومۂ زندگی) ہے۔اب نفسِ واحدہ کے معنی ایک لائف سیل (جرثومۂ زندگی) ہو گئے جو ابھی ❸ دو نہیں ہوا۔کہا ہے کہ تمہاری

---

❶ یورپی تاریخ کا تقریباً 476ء سے دسویں صدی عیسوی تک پھیلا ہوا زمانہ یا زیادہ عمومی الفاظ میں' نشاۃ ثانیہ تک کا دور Dark Ages کہلاتا ہے۔

❷ Life-Cell (جرثومۂ زندگی)۔

❸ یہ لائف سیل (جرثومۂ زندگی) بعد میں دو حصوں میں Spermatozoan (جرثومۂ منی) اور Ovum (بیضۂ خلیہ) میں تقسیم ہو گیا۔

زندگی کی ابتدا نفسِ واحدہ سے ہوئی ہے۔ جن کے Origin (مخرج ومنبہ' مبداء) کی کیفیت یہ ہو کہ وہ ابھی دو (2) بھی نہ ہوں بلکہ ایک جرثومۂ حیات سے بات آگے چلے' اس کے بعد کتنی ہی شاخیں کیوں نہ پھیلیں' میں شاخوں کی بات ابھی بتاتا ہوں' (مثلاً) درخت کی ابتدا ایک ننھے سے بیج سے ہوتی ہے' اس سے کتنی ہی شاخیں پھوٹتی ہیں' اس میں کتنے ہی پتے آتے ہیں' مختلف پھول ہوتے ہیں' مختلف پھل ہوتے ہیں تو کیا یہ وحدت نہیں ہوتی؟ کیا اس درخت کے اندر کوئی اختلاف ہوتا ہے؟ اگر جڑ نیچے سے غذا لیتی ہے تو کیا وہ آخری پتی تک نہیں پہنچاتی؟ پتی اگر ہوا سے غذا کو کھینچتی ہے تو کیا وہ ایک ایک ٹہنی کو نہیں دیتی؟ کیا ایک پتہ جو سوکھ کر درخت سے گر جاتا ہے تو اس کی ذمہ دار وہی ٹہنی نہیں ہوتی ہے جس کے ساتھ وہ لگا ہوا تھا؟ نہیں' سارا درخت اس کا مجرم ہوتا ہے۔ یہ ہے وحدت کی مثال۔

عزیزانِ من! قرآن کریم نے یہ کہنا تھا کہ انسانیت ایک عالمگیر برادری ہے۔ اس برادری کی بنیاد یہ ہے کہ اس کی بنیاد جو اصلِ وجہ ہے' جو Origin (مخرج) ہے' وہ درخت کے ایک بیج کی طرح' ایک لائف سیل (جرثومۂ زندگی) سے ہوا ہے جس سے اس کی ابتدا ہوئی ہے۔ یہ ہے خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ (4:1)۔ یہاں خَلَقَكُمْ میں کم دیکھیے! یہ نہیں کہا ہے کہ ہم نے کوئی ایک پتلا بنا دیا تھا۔ یہاں خَلَقَكُمْ کہا ہے۔ اس سے پہلے الناس کہا ہے۔ یہ يَآاَيُّهَا النَّاسُ (4:1) کہا ہے' یہ پوری انسانیت سے کہہ رہا ہے۔ یہ پوری انسانیت سے خطاب ہے کہ تمہارا Origin (اصل) نفسِ واحدہ ہے۔ نفس واحدہ وہ Original Life Cell (اولین جرثومۂ حیات) ہوا جس میں ابھی دو کی تمیز (Distinction) نہیں ہوئی۔ کہا ہے کہ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا (4:1) وہی لائف سیل (جرثومۂ زندگی) تمہارے ہاں پھر Pair (جوڑا' زوج) بن گیا۔

قرآنِ حکیم کے نزدیک زوج کا مفہوم

ہمارے ہاں تو زوج صرف بیوی کو کہتے ہیں۔ بیوی اس کا ترجمہ کیا تو وہ نفس واحدہ ہوئے یعنی بابا آدم اور ان کی بیوی (اماں حوّا) زوج ہوئی۔ قرآن حکیم نے تو کہا ہے کہ ہم نے اس کائنات کی ہر شے کی زوج پیدا کی ہے اور آج سائنس یہ بتا رہی ہے کہ ہر شے کی زوج ہوتی ہے۔ ''زوج'' جیسا کہ آپ کو معلوم ہے' اُن دو حصوں کو کہتے ہیں جن میں سے اگر ایک نہ ہو تو دوسرا نا تمام رہ جائے۔ یہ جو نفسِ واحدہ تھا' لائف سیل تھا' وہ پھٹ کر دو ❶ سسٹر سیلز (Sister Cells) کے اندر الگ الگ ہوا ہے۔ ان میں سے جو ایک سیل ہے' وہ نا تمام ہے' وہ کچھ بھی نہیں ہے یعنی وہ تنہا اب پھٹ کر بھی دو نہیں ہو سکتا۔ اب یہ ایک دوسرے کے زوج ہو گئے Complementary to each other (ایک دوسرے کے متمم) ہو گئے' ایک کے ساتھ دوسرا ملے گا تو پھر یہ ایک مکمل شے بنے گی' ویسے نہیں بنتے۔ زوج اس کو کہتے ہیں۔ وہی اس میں سے' اس کا ایک Pair (جوڑا) بن گیا۔ اس کا ترجمہ بیوی نہیں

---

❶ یہ ہیں (1) Spermatozoan (جرثومۂ منی) اور (2) Ovum (بیضۂ خلیہ)۔

ہے۔ یہ اس میں سے ایک جوڑا (Pair) بناہے' جو اپنی تکمیل کے لیے ایک دوسرے کا محتاج ہے۔ اب ان دونوں کے ملنے سے بات آگے چلی۔ قرآن حکیم یہاں تو ساری کڑیاں بیان نہیں کر رہا' اس کو ضرورت نہیں' کڑیاں تو اس نے پھیلا دی ہوئی ہیں۔ یہاں تک لانے کے بعد پھر کہا کہ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ۚ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا (71:13-14)۔

زندگی کی یہ موجودہ سطح کوئی آخری منزل نہیں ہے بلکہ اس کے تو کئی STAGES (مدارج) ابھی باقی ہیں: مبداء سے معاد پر استدلال

پہلے تو اسے لیجیے کہ یہ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا (71:14) آیا ہے۔ تم پہلے ہی دن کسی پتلے کی شکل میں یوں نہیں کہ آدمی بن گئے تھے۔ بہت سی گردشیں دے کر' بڑی بڑی تبدیلیاں کر کے' بڑے مدارج میں سے گزار کر' تمہیں آہستہ آہستہ یہاں اَطْوَارًا تک لائے یعنی یہاں تک تمہیں طور بہ طور بدلتے ہوئے لائے۔ عربی زبان میں اَطْوَارًا کہتے ہیں کہ مختلف مدارج میں سے گزرتے ہوئے کوئی شے جو آگے بڑھتی ہوئی چلی جائے ❶۔ کہا ہے کہ اس طرح تمہیں پیدا کیا۔ پھر دیکھیے قرآن مجید! بات یہاں یوں نظر آئی ہے کہ جیسے کوئی ایک Scientific Discovery (سائنسی انکشاف) بیان کر رہا ہے کہ تمہیں اس طرح سے مختلف حالات میں سے گزارتے ہوئے' آہستہ آہستہ' ہم یہاں تک لے آئے۔ ٹھیک ہے یہ سائنس ہے اور سائنٹسٹ صرف اتنا ہی کہے گا۔

کیا آپ کو پتہ ہے کہ قرآن حکیم کیا کہہ گیا ہے؟ یہ کہا ہے کہ جب ایک جرثومے سے تم مختلف مدارج سے گزرتے ہوئے یہاں تک پہنچے ہو' تو تم نے وہ کیوں سمجھ لیا کہ یہ اس کا آخری درجہ آ گیا' اس کی آخری منزل آ گئی' تمہارے ارتقا کے بعد اور آگے کچھ نہیں ہے۔ بتاؤ! کہ تم نے یہ کیوں سمجھ لیا؟ کہا ہے کہ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا (71:13) میں حیران ہوں کہ تم مجھ سے اور ''وقار'' کی توقع کیوں نہیں کرتے ہو' ابھی تو تم نے اور آگے بڑھنا ہے۔ دیکھا سائنٹسٹ اور قرآن کریم میں فرق کیا ہے! اور یہ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ (71:13) میں کیا انداز ہے بات کرنے کا! جب کیفیت یہ ہے کہ جرثومے سے یوں آگے بڑھتے ہوئے' اور آگے بڑھتے ہوئے' اس پیکر میں آئے تو یہاں پہنچ کر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ خدا سے مزید ''وقار'' کی توقع نہیں کر رہے ❷۔ اس کے بعد تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ کہا ہے کہ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ (84:19)۔ لتر کبن آیا ہے۔ یہاں سے رکب'

---

❶ تاج العروس میں لکھا ہے کہ الطور بار' دفعہ' مرتبہ' طورًا بعد طور ایک کے بعد دوسری بار' دوسری مرتبہ یا دوسری دفعہ۔ نیز جو کسی چیز کے بالمقابل یا اس کے برابر ہو۔ طور بھی اس معنی میں آتا ہے۔ اطوار مختلف حدود یا اقسام' مختلف مدارج و احوال یا اندازے۔ محیط المحیط میں ہے کہ طار بہ (یطور) کے معنی ''قریب ہونا'' ہے (پرویزؔ: لغات القرآن جلد سوم' ادارہ طلوعِ اسلام' لاہور' 1961' ص۔ 1095)۔

❷ یعنی زندگی کی ایسی حالت' جس میں انسان ذرا ذرا سی بات سے گھبرا نہ جائے اور انسانی ذات کی ایسی کیفیت کہ موت کے دھچکے سے بھی اس کا کچھ نہ بگڑے (پرویزؔ: لغات القرآن (جلد چہارم)' ادارہ طلوعِ اسلام' لاہور' 1961ص۔ 1730)۔

مرکب کے الفاظ آتے ہیں۔ یہ مرکب گھوڑے کو کہتے ہیں۔ رکب کے معنی ہوتا ہے بلندیوں کی طرف چلنے والا' یہ چلنا بھی ہے مگر اور بلندیوں کی طرف چلے جانا ہے۔ قرآن حکیم نے خدا کو ذِی الْمَعَارِجِ (70:3) کہا ہے یعنی سیڑھیوں والا خدا' ایک ایک درجے سے بلندیوں کی طرف لے جانے والا۔ کہا ہے کہ لَتَرْکَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ (84:19) ایک اسٹیج سے دوسری اسٹیج کی طرف' بلندیوں کی طرف لے گیا۔ یہاں Verb (فعل) وہ استعمال کیا ہے جس کے اندر یہ چیز موجود ہے' عزیزانِ من! لے گیا نہیں بلکہ یہ لَتَرْکَبُنَّ ہے کہ چڑھاتا چلا گیا یعنی ایک اسٹیج سے دوسری اسٹیج کی طرف تم بڑھتے چلے گئے۔ یہاں پہنچنے کے بعد تم نے یہ کیوں سمجھ لیا کہ یہ آخری اسٹیج آ گئی۔ انسانیت کی تو یہاں سے ابتدا ہوئی ہے' اسے حیوانیت کی آخری اسٹیج کہہ لو۔ یہاں سے آگے بڑھنے کے متعلق کیوں تمہارے دل میں کوئی ولولہ نہیں پیدا ہوتا۔

اور اب آگے وہ ہے جو میں نے کہا تھا کہ قرآن کریم نے سمجھایا یہ ہے کہ نفسِ واحدہ ایک ننھا سا بیج ہے' جس سے تناور درخت پیدا ہوتا ہے۔ شاخیں مختلف ہیں' پتے الگ الگ ہیں' پھول جداگانہ ہیں مگر اصل کے اعتبار سے ایک ہے۔ سوکھتا ہے تو سارا درخت سوکھتا ہے' سرسبز وشاداب ہوتا ہے تو سارا درخت سرسبز وشاداب ہوتا ہے۔ کہا ہے کہ وَاللّٰہُ اَنْبَتَکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا (71:17) خدا نے تمہیں زمین سے یونہی پیدا کیا' جیسے اپنے سامنے درخت دیکھتے ہو جو پیدا ہوا ہوتا ہے۔ کس طرح سے یہ سلسلہ یہاں تک پہنچا؟ قرآن کے بڑے خوبصورت الفاظ ہیں! کہا ہے کہ وَھُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ (6:98) خدا وہ ہے کہ جس نے تمہیں اَنْشَاَکُمْ Develop کرتے ہوئے' نشوونما دیتے ہوئے' ایک Original Life Cell (اولین جرثومۂ زندگی) سے پیدا کیا۔ یہ انشاء کم (6:98) ہے کہ نشوونما دیتے ہوئے' Develop کرتے ہوئے' آگے پہنچایا۔

انسانی زندگی کی ایک ایک منزل لاکھوں سال کی رہینِ منت ہے

اس تک پہنچانے کا طریقہ کیا تھا؟ یہ کہ فَمُسْتَقَرٌّ وَّ مُسْتَوْدَعٌ (6:98)۔ عزیزانِ من! کیا عرض کروں قرآن حمید کے الفاظ کا! طریقہ یہ تھا کہ ایک منزل میں تم ٹھہرتے تھے یعنی زندگی کا کاروان ایک منزل میں کچھ عرصے کے لیے ٹھہرتا تھا' وہ منزل اس کی مستقر تھی' پھر اس کے بعد مُسْتَوْدَعٌ (6:98) تھا' پھر وہ جو پروگرام تھا یا وہ جو منزل تھی' وہ اس کاروان کو امانت کے طور پہ اگلی منزل کے سپرد کر دیتا تھا کہ تم اس کو آگے لے جاؤ۔ پتہ نہیں کہ ایک منزل میں یہ ''قرار'' کتنے کتنے لاکھوں برس ہوا۔ کسی ایک منزل میں یہ ''قرار'' رک کر نہیں رہ گیا۔ یہاں وَ مُسْتَوْدَعٌ (6:98) ہے کہ اس نے پھر اس کو اگلی منزل کے سپرد کر دیا' اسے اگلی منزل کو سونپ دیا کہ لو بھئی! میرا کام ہو گیا' اب تم سنبھالو۔

اور اسی طرح اس نے پھر ''قرار'' کے بعد' اسے اگلی منزل کے سپرد کر دیا۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ اب تم اس منزل سے آگے آ گئے وَلَکُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ (2:36) اس ارضی آرامگاہ میں بھی تمہیں صرف ایک وقتِ معین کے لیے ٹھہرنا ہے' اس کے بعد پھر مُسْتَوْدَعٌ (6:98) آنا ہے' اس نے تمہیں اگلی منزل کے سپرد کرنا ہے۔ یہ چیزیں جب تم خود دیکھ رہے ہو' سمجھ رہے ہو تو مَا لَکُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰہِ وَقَارًا (71:13) تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم آگے بڑھنے کے لئے' اپنے لیے بلند مقام کی' یا وقار کی (عظمت کی)' خدا سے توقع نہیں کرتے۔ قرآن حمید نے آگے کہا ہے کہ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ (6:98) ہم

باتیں بڑی ''نکھیڑ'' کر کرتے ہیں' فصل کے معنی ہوتا ہے الگ الگ کر کے ''جنوں اسی نکھیڑ کے کیندے ہیگے نا'' (جسے ہم نکھیڑ کر بیان کرنا کہتے ہیں) یوں جدا کر کے' الگ الگ کر کے ہم ان چیزوں کو بیان کرتے چلے جاتے ہیں۔ یہ بڑا ٹھیک ہے لیکن یہ لِقَوۡمٍ یَّفۡقَهُوۡنَ (6:98) صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو تفقہ سے کام لیتے ہیں' آنکھیں بند کر کے چل کر آنے والوں کے لیے نہیں۔ یہ ہے جو کچھ ہم کرتے چلے گئے۔

آیۂ زیرِنظر کے لیے اتنا ہی کافی ہے جو میں نے عرض کیا ہے۔ اب قرآن حمید پھر آگے لاتا ہے کہ انسانی بچہ رحمِ مادر میں کیسے آتا ہے' وہاں کس طرح سے حیوانی بچے کی طرح پرورش پا کر' ایک مقام پہ پہنچ کر' رحم میں ہی حیوانی بچے سے یہ بالکل ممتاز ہو کر' الگ ہو جاتا ہے۔ پھر قرآن کریم نے یہ خلق اٰخر کہا ہے کہ یہ ایک جداگانہ مخلوق ہو جاتا ہے۔ اب سوال یہ کہ اس میں کیا ہوتا ہے؟ یہ کہ اب یہ صاحبِ اختیار و ارادہ ہوتا ہے' حیوان صاحب اختیار و ارادہ نہیں ہوتا۔

حیوانی سطح کے بعد اختیار و ارادہ کی منزل اور حیوانی جبلت

ارشاد ہے کہ یہ ہے وہ روحِ خداوندی جو تمہیں دی جاتی ہے۔ یہ خدا کی توانائی میں سے ایک حصہ ہے جسے انسان کا اختیار و ارادہ کہا جاتا ہے۔ یہ اختیار و ارادہ صرف خدا کا شرف ہے' اس کائنات میں انسان کے علاوہ کسی اور کا نہیں ہے۔ انسان کو بھی اس نے ایک حد تک اختیار و ارادہ کا یہ شرف عطا کیا ہے۔ کہا کہ یہاں تم باقی حیوانات سے متمیز ہو جاتے ہو۔ اور اب آگے تمہارے اختیار و ارادے کی دنیا شروع ہوئی۔ یہ پچھلی کڑیوں کی آخری کڑی ہے اور اس کے بعد یہ نئی کڑی ہے۔ اس نے اس نئی کڑی سے آگے چلنا ہے۔ آخرت کہتے ہی اس مقام کو ہیں' جہاں پچھلی کڑی ختم ہو کر ایک نئی کڑی شروع ہو جائے۔ یہ بات آگے چلی جائے گی۔

عزیزانِ من! آپ نے غور فرما لیا کہ قرآن کریم کیا کہہ رہا ہے' ہم کہاں الجھے پھر رہے ہیں؟ نہ وہ آدم کو ایک پتلا کہتا ہے' نہ اس کی پسلی سے اس کی بیوی اماں حوّا کو نکالتا ہے' اس کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہ زندگی کو اس طریق سے بتاتا ہے کہ جرثومۂ حیات کس طرح مختلف مدارج سے گزرتا ہوا' دو ٹکڑوں میں بٹ کر آگے بڑھا' وہ طَبَقًا عَنۡ طَبَقٍ (84:19) بڑھتا ہوا' مختلف منازل سے گزرتا ہوا' ٹھہرتا ہوا' بڑھتا ہوا' اس پیکر تک آ گیا۔ یہاں پہنچنے کے بعد' کہا گیا ہے کہ اب تمہاری زندگی انفرادی نہیں رہے گی۔ ایک تو افزائش نسل کے لیے بھی ضروری ہے کہ زندگی متمدن ہو' یہ جوڑا اب حیوان کی طرح نہیں ہوگا کہ اس نے صرف آگے ایک بچہ پیدا کرنا ہے۔ عزیزانِ من! حیوان کا بچہ' جیسا وہ پیدا ہوتا ہے اس کو اگر طبعی پرورش و نشوونما کا سامان کھانے پینے کو دیئے چلے جائیں' تو جو کچھ اس کا ماں باپ ہوتا ہے' وہ آخر میں خود بخود وہی بن جاتا ہے۔ مثلاً بکری کا بچہ ہے' آپ کو اسے صرف چارہ دینے کی ضرورت ہے' کسی اسکول میں بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے' اسے کچھ سکھانے کی ضرورت نہیں ہے کہ دیکھو بیٹا! ماں باپ کے نقشِ قدم پہ چلو' تم بکری کی اولاد ہو' بکری بنو۔ اسے یہ کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہے' وہ کچھ اور بن ہی نہیں سکتا۔ وہ از خود وہ کچھ بن سکتا ہے۔ جو اس کی جبلت (Instinct) ہے۔ شیر کا بچہ شیر بن جاتا ہے' بکری کا بچہ از خود بکری بن جاتا ہے' اس میں ان کے اختیار و ارادے کو دخل نہیں ہے۔

خدا کی طرف سے اختیار و ارادہ کی نعمت نے حیوانی سطحِ زندگی کے برعکس انسان کو ایک نئی منزل سے متعارف کرایا

آپ سوچیے تو سہی کہ کیا انسان کے بچے کی بھی یہی کیفیت ہے کہ اگر اس کو آپ صرف کھانے پینے کو دیئے جائیں اور اس کو اسی طرح چھوڑ دیں تو کیا یہ بھی ممکن ہے کہ جو کچھ اس کے ماں باپ تھے' جس انداز کے وہ تھے' یہ بھی وہی کچھ بن جائے؟ اس صورت میں وہ شکل و شباہت تو اپنے ماں باپ کی لے آتا ہے' یہ Purely Physical (خالصتاً طبعی) چیز ہے لیکن اندر جو انسانیت ہے' کیا بکری کے بچے کی طرح اس کو بھی وہ از خود لے کر پیدا ہوجاتا ہے؟ یہ تو ہمارا روز کا مشاہدہ ہے کہ ماں اور باپ دونوں ایم اے ہوں' جو بچہ پیدا ہوتا ہے' وہ بالکل جاہل ہوتا ہے' الف ب بھی اس کو سکھانی پڑتی ہے۔ ایم اے پاس جوڑا تھا' اسے میٹرک تک تو تعلیم ہوگی لیکن نہیں' اسے آپ کو پڑھانا پڑھتا ہے اور پھر تربیت دینی پڑتی ہے۔ جس قسم کے ماحول میں آپ اس بچے کو چھوڑ دیں گے' جو تربیت آپ اس کو دیدیں گے' وہ وہی کچھ بن جائے گا۔ لہٰذا یہاں سے آگے بڑھنے والی زندگی میں حیوانی زندگی کا انداز نہ رہا کہ ایک نر اور مادہ نے اختلاط سے آگے ایک بچہ پیدا کردینا ہے اور معاملہ ختم ہوا۔ وہاں حیوانی سطحِ زندگی میں تو یہ ہے کہ جب تک وہ خود کھانے کے قابل نہیں' ماں کے تھنوں میں دودھ از خود پیدا ہوتا ہے' وہ اسے پی لیتا ہے' جب وہ دوسری غذا ہضم کرنے کے قابل ہوجاتا ہے' ماں باپ اُدھر چلے جاتے ہیں' یہ بچہ اِدھر چلا جاتا ہے لیکن انسان کے اس بچے کی تو یہ صورت نہیں ہوگی' اسے تو آپ کو حیوانی پیدائش دینے کے بعد انسان بنانا پڑے گا' اس کے لیے آپ کو گھر یا خاندان کی زندگی کی ضرورت پڑتی ہے۔

ماں باپ کی تعلیم و تربیت بچے کی شخصیت کو متاثر کیے بغیر نہیں رہ سکتی مگر کیوں؟

انسانی دنیا میں ماں باپ کو ماں باپ کی طرح رہنا پڑتا ہے۔ وہ بکری بکرے یا گائے بھینس کی طرح نہیں ہیں کہ انہوں نے بچہ پیدا کیا تو وہ جب خود کھانے پینے کے قابل ہوتا ہے تو اس کے ماں باپ جہاں جی چاہے چلے جائیں' ان کے بچے پر اثر ہی نہیں پڑتا۔ بیل کا بچہ خود بیل بن جاتا ہے' بکری کا بچہ خود بکری بن جاتا ہے' وہ ماں باپ کی تربیت کا محتاج ہی نہیں ہے۔ مگر انسان کا بچہ تو از خود نہیں بنتا۔ اس لیے یہاں یہ نہیں کہ ماں باپ نے اس کو کسی طرح سے پیدا کردیا اور اس کے بعد پھر وہ جہاں جی چاہے چلتے رہیں' باپ دفتر میں ہو' ماں کلبوں میں رہے اور ''بچہ ڈبے تے پلن ڈیا ہیگا'' (بچہ ڈبے کے دودھ پہ پلتا رہے)۔ وہ پھر کیا ہوگا؟ کیا بنے گا؟ یہ کہ جو کچھ اس کا جی چاہے' وہ بن جائے گا۔ یوں ہم ان کی پرورش کرتے ہیں اور جب اس کے بعد یہ نئی جنریشن ایسی قوم بنتی ہے جو آج ہمارے سامنے ہے تو اسے کوستے ہیں۔

برادرانِ عزیز! کوسو اپنے آپ کو کہ تم نے خود کو حیوان کی شکل میں رکھا کہ صرف ایک بچے کو پیدا کیا' تم نے گدھے اور گھوڑے کی طرح اس بچے کو پھر چھوڑ دیا کہ وہ از خود یہ کچھ بنے گا۔ انسانیت کے اوپر بڑی ذمہ داری ہے عزیزانِ من! میں سمجھتا ہوں' یہ بہت بڑی ذمہ داری اور بوجھ ہے ایک بچے کو اس دنیا میں لانے کا' اس کی پیدائش کے موجب بننے کا۔ آپ اس انسانیت کے اندر کس قسم کا اضافہ کرتے ہیں' اس کے لیے اس چیز کی ضرورت تھی' جو یہاں قرآن حکیم نے کہا ہے کہ یَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُوا۟ رَبَّكُمُ (4:1) خدا

کے قانونِ ربوبیت کے ساتھ جو تم اس کی نگہداشت کرو گے' یہ بڑی ضروری چیز ہے۔ یہاں یہ کہنے کے بعد کہا کہ وَ بَثَّ مِنۡهُمَا رِجَالًا كَثِيۡرًا وَّ نِسَآءً (4:1) (اور یوں نر و مادہ کے اختلاط سے' اُس نے کرۂ ارض پر کثیر آبادی پھیلا دی جو مردوں اور عورتوں پر مشتمل ہے)۔ یہ سلسلہ آگے چلتا ہے۔ پھر آگے کہا ہے کہ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ (4:1) تمہیں ان قوانین کی' ان اقدارِ سماوی کی نگہداشت کرنی پڑے گی۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ کس لیے ہے؟

معاشرتی زندگی میں ہر انسان' دوسرے انسان کا محتاج ہوتا ہے

اب بات آگے آ گئی۔ کہا ہے کہ الَّذِىۡ (4:1) یہ وہ قانونِ ربوبیت ہے' وہ نظامِ تمدن ہے' جو خدا نے مقرر کیا ہے۔ کہا ہے کہ تَسَآءَلُوۡنَ بِهٖ وَ الۡاَرۡحَامَ (4:1) ۔آپ ان الفاظ کے ترجموں میں بھی دیکھیں گے اور دوسری جگہ تفسیروں میں بھی دیکھیں گے کہ بات کچھ آپ کے پلے نہیں پڑے گی۔ تَسَآءَلُوۡنَ کے معنی ''تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو'' کیا ہے اور وَ الۡاَرۡحَامَ کے معنی ''اور رشتہ داروں سے بھی'' کہا ہے۔ یعنی تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو۔ اس سے بات پلّے نہیں پڑی۔

عربی زبان میں ''سوال'' کے معنی ''احتیاج'' کے ہوتے ہیں۔ آپ جو دوسرے سے سوال کرتے ہیں' خواہ وہ سوال بچوں کا سا کیوں نہ ہو' مثلاً بچہ جب آپ سے کوئی بات پوچھتا ہے' تو وہ آپ کی انفرمیشن کا ''محتاج'' ہوتا ہے' اسی طرح آپ جو دوسرے سے سوال کرتے ہیں تو آپ دوسرے کے محتاج ہوتے ہیں۔ قرآن مجید کی رو سے سائل کے معنی مانگنے کے لیے سوال کرنے والا ہی نہیں ہے بلکہ یہ کوئی بھی جو کسی دوسرے سے احتیاج میں ہے' اسے سائل کہتے ہیں۔ یہاں کہا ہے کہ تَسَآءَلُوۡنَ (4:1) تم تمدنی زندگی کے اندر ایک دوسرے کے محتاج ہوتے ہو۔ یہاں کوئی فرد بھی دوسروں سے مستغنی ہو نہیں سکتا۔

تمدنی زندگی کے اندر تعاون کی بڑی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک تو احتیاج وہ ہے جو تم خود ہی اپنے طور پہ مقرر کر لو' خود ہی اپنے طور پہ پوری کر لو' مثلاً کچھ روپے کی احتیاج ہے' وہ کسی سے پوری کر لو' روٹی کی احتیاج ہے وہ پوری کر لو۔ کیا آپ کو پتہ ہے کہ یہاں قرآن حمید نے کیا کہا ہے؟ کہا یہ ہے کہ الَّذِىۡ تَسَآءَلُوۡنَ بِهٖ (4:1) ایک دوسرے کے ساتھ تمہاری احتیاجیں' قانون خداوندی سے پوری ہونی چاہئیں اس لیے تمہیں تمدنی زندگی کی ضرورت ہے۔ یہاں یہ بِهٖ عجیب چیز ہے۔ اس نے عام معاشرے کو' اس قوم کے معاشرے سے' بالکل متمیز کر دیا۔ وہ قوم جو قرآن کی رو سے اپنا معاشرہ متشکل کرتی ہے' وہ بھی تَسَآءَلُوۡنَ کرتے ہیں یعنی ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے ہیں' ایک دوسرے کی مدد کے محتاج ہوتے ہیں' ان کے درمیان Basically (بنیادی طور پر) کوئی چیز ایسی بنیادی ہوتی ہے جو ان کو ایک دوسرے کے ساتھ باندھ رکھے۔ یہاں کہا ہے کہ تَسَآءَلُوۡنَ بِهٖ (4:1) خدا کے قوانین کی رو سے ایک دوسرے کی مدد کے تم محتاج ہوتے ہو۔ ڈاکو بھی ایک دوسرے کے محتاج ہوتے ہیں' شریف انسان بھی محتاج ہوتے ہیں۔ صحیح وہ ہوگا جو قانونِ خداوندی کے انداز سے ایک دوسرے کی احتیاج پوری کرے۔ یہ ہے تَسَآءَلُوۡنَ بِهٖ (4:1)۔

قرآنِ حکیم کی تعلیم کے مطابق وجود میں آنے والے یونٹوں کی ذمہ داری کی ایک مثال

عزیزانِ من! اب سوال یہ ہے کہ اس کی ابتدا کیسے ہوگی؟ کہا ہے کہ وَ الۡاَرۡحَامَ (4:1)۔ یہاں یہ تفصیل خاندانی رشتوں

کی ہوگئی یعنی پہلی ابتدا' جو قرآن کریم اس کا یونٹ بناتا ہے' وہ گھر کو بناتا ہے' جو ''رحم'' سے رشتہ ہوتا ہے اس کی ابتدا ایک یونٹ سے ہوتی ہے۔ کہا ہے کہ یہاں سے بات شروع کرو لیکن اس کے یہ معنی نہ سمجھو کہ ہم نے تمہارا جو یونٹ بنا دیا' تمہیں باقی انسانیت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رہا' یاد رکھو! تم سب کا Origin (منبع' مخرج' مبداء) نفسِ واحدہ سے ہوا تھا' تم ایک درخت کی طرح ہو۔ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا (71:17) تمہیں ہم نے پیدا کیا ہے۔ شادابی اور خوشگواری آئے گی تو سارے درخت کے اوپر آئے گی' سوکھے گا تو سارا درخت سوکھے گا۔ ایسا نہ کرو کہ اس کی چند ٹہنیاں دوسری ٹہنیوں کا خون چوس کر خود تو سرسبز وشاداب رہیں اور باقی سوکھ جائیں۔ یہ بات نہیں ہوگی صاحب! ہمارے قانونِ ربوبیت کے مطابق ایک دوسرے کی احتیاج کو پورا کرو گے' درختوں کی طرح بڑھو پھولو پھلو گے۔ اور یہی وجہ ہے کہ قرآن حمید نے جہاں بھی تشبیہ دی ہے' وہ ہمیشہ کھیتی اور درختوں کی تشبیہ دی ہے اور جنت کے معنی ہی سرسبز وشاداب باغات کے ہیں۔ کہا ہے کہ اس طرح کا معاشرہ بناؤ' ارحام سے یہ بات شروع کرو' ایک چھوٹا سا یونٹ ہو' ہر گھر کے اندر جنت کا نقشہ پیدا کرو۔ اور پھر اس کو اپنی چار دیواری تک محدود نہ کرو۔

اب پھر سوال یہ ہے کہ جس کو تم معاشرہ کہتے ہو' وہ ہوتا کیا ہے؟ یہ کہ راتوں کو تم اپنے گھر کی چار دیواری کے اندر ہوتے ہو تو گھر کہتے ہو' صبح یہاں سے باہر نکل جاتے ہو' وہ چار دیواریاں پیچھے رہ جاتی ہیں تو تم معاشرہ بن جاتے ہو۔ یہ معاشرہ تم صرف خاص مقاصد کے لیے پیدا کرتے ہو۔ وہ کہتا ہے کہ تم اسے عالمگیر انسانیت کی بہبود کے لیے کیوں نہیں پیدا کرتے۔ تم اس حلقۂ گھر کو وسیع کرتے چلے جاؤ تا آنکہ پوری کی پوری انسانیت اس کے دائرہ کے اندر آ جائے۔ یہ بات ہے جو وہ یہاں سے شروع کر رہا ہے۔

معاشرتی طور پر کامیاب زندگی کے معیار کو پرکھنے کا انداز

عزیزانِ من! کہا ہے کہ وَ الْاَرْحَامَ (4:1) خاندان کا' رشتہ داروں کا ایک یونٹ بناؤ۔ یہاں سے بات شروع کرو۔ اور اس کو ہر وقت نگاہ میں رکھو کہ اِنَّ اللّٰـهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا (4:1) خدا تمہارے اوپر نگران ہے' وہ دیکھتا ہے کہ تم کس طرح باہمی تعاون کرتے ہو' کیسی تمدنی زندگی بسر کرتے ہو' نسلِ انسانی کے اندر کس قسم کا اضافہ کرتے ہو' کیسے انسان پیدا کرتے ہو۔ اور خود اپنے لیے بھی وقار ❶ کی توقع کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہو یا تمہاری زندگی یہی ہے کہ حیوانوں کی طرح تم نے کھایا پیا سوئے' کچھ بچے پیدا کیے' پھر مر گئے۔ قرآنِ کریم نے اس طرزِ حیات کو حیوان کے درجے پہ رکھا۔ کہا ہے کہ یہ زندگی تو ہمارے قانون کے تابع نہیں ہے۔ ہمارے قانون کے تابع گھر کے یونٹ سے زندگی شروع کرو اور ہم ہر وقت دیکھیں گے کہ تم کیا کرتے ہو۔

عزیزانِ من! یہاں پہلی آیت ختم ہوگئی۔ اگلی آیت سے ہم آئندہ لیں گے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

---

❶ تاج العروس' محیط المحیط اور امام راغب اصفہانی (متوفی قریب 502ھ) کی مشہور تصنیف ''المفردات فی غریب القرآن'' میں لکھا ہے کہ جنان واقر باہمت دل کو کہتے ہیں جو گھبرا نہ اٹھے۔ یہ ہے ''وقار'' یعنی زندگی کی ایسی حالت جس میں انسان معمولی سی بات سے گھبرا نہ جائے اور ذاتِ انسانی کی ایسی کیفیت ہو کہ موت (Death) کے دھچکے سے بھی اس کا کچھ نہ بگڑے۔ یہ ہے مقصودِ حیات۔

پاکستان میں

غلام احمد پرویز علیہ الرحمتہ

کا درس قرآن کریم مندرجہ ذیل منظور شدہ مقامات پر ہوتا ہے

نوٹ: نمائندگان محترم سے التماس ہے کہ ایڈریس یا اوقاتِ درس میں تبدیلی کی صورت میں ادارہ کو فی الفور مطلع فرمائیں۔

شہر	مقام	دن	وقت
ایبٹ آباد	234-KL کیہال۔رابطہ: موبائل 0314-5035285	بروز جمعہ	بعد نماز جمعہ
اوکاڑہ	برمکان احمد علی، بیت الحمد 4-AB-180، شادمان کالونی، ایم۔اے جناح روڈ، نزد مبارک مسجد رابطہ میاں احمد علی: 0442-527325، موبائل: 0321-7082673	بروز جمعہ	3PM
پنج کسی	برمطب حکیم احمد دین۔ رابطہ ڈاکٹر محمد سلیم قمر تحصیل کبیروالا	بروز جمعہ	3PM
چوٹی زیریں	بردوکان لغاری برادرز زرعی سروس، ڈیرہ غازی خان۔ رابطہ: ارشاد احمد لغاری۔ موبائل: 0331-8601520	ہر ماہ پہلا اتوار	12 بجے دن
چنیوٹ	W-11/9، گوجر چوک (گنبد والی کوٹھی) سیٹلائیٹ ٹاؤن۔ رابطہ: آفتاب عروج، فون: 047-6331440-6334433، موبائل نمبر: 0345-7961795	بروز جمعہ	بعد نماز جمعہ
حیدرآباد (قاسم آباد)	محترم ایاز حسین انصاری، B-12، حیدرآباد ٹاؤن، فیز نمبر 2، قاسم آباد بالمقابل نسیم نگر آخری بس سٹاپ۔ رابطہ موبائل: 0336-3080355	بروز جمعہ	بعد نماز عصر
راولپنڈی	فرسٹ فلور، کمرہ نمبر 114، فیضان پلازہ۔ کمیٹی چوک۔ رابطہ ملک محمد سلیم ایڈووکیٹ، موبائل: 0331-5035964	بروز جمعہ بروز اتوار	4PM 4PM
راولپنڈی	برمکان امجد محمود، مکان نمبر 14/A، گلی نمبر 4، راہِ طلوع اسلام، جنجوعہ ٹاؤن، اڈیالہ روڈ، نزد جراہی سٹاپ، راولپنڈی۔ رابطہ: رہائش: 051-5573299، موبائل: 0322-5081985	بروز اتوار	10AM
خان پور	بمقام مکان حبیب الرحمان، محلہ نظام آباد، وارڈ نمبر 9 خان پور، ضلع رحیم یار خان رابطہ: نمائندہ حبیب الرحمٰن۔ فون نمبر گھر: 068-5575696، دفتر: 068-5577839	بروز جمعہ	3PM
سیالکوٹ	معرفت کمپیوٹر سٹی، سٹی ہاؤس، سٹی سٹریٹ، شہاب پورہ روڈ، رابطہ: محمد حنیف، 03007158446۔ محمد طاہر بٹ، 0300-8611410۔ محمد آصف مغل 0333-8616286۔ سٹی ہاؤس 052-3256700	ہر دوسرے اتوار	5PM

سرگودھا	4-B، گلی نمبر 7، بلاک 21، نزد مکی مسجد چاندنی چوک، رابطہ۔ملک محمد اقبال۔فون: 048-711233	بروز منگل	7PM
فیصل آباد	رحمان نور سینٹر، فرسٹ فلور، مین ڈگلس پورہ بازار، رابطہ: محمد عقیل حیدر، موبائل: 0313-7645065	بروز جمعہ	4PM
مینگورہ، سوات	خالد پلازہ (حاجی شمس الحق) نشاط چوک مینگورہ، رابطہ خورشید انور 0315-9317755، رابطہ: ظاہر شاہ 0346-9467559، بخت امین 0333-9499254	بروز جمعہ	بعد نماز جمعہ
فتح پور، سوات	فتح پور، سوات، رابطہ: خورشید انور، فون: 0946600277، موبائل: 0315-9317755	بروز اتوار	3PM
	محترم ظاہر شاہ خان آف علی گرام، سوات کا ڈیرہ۔موبائل: 0346-9467559	ہر اتوار	9AM
کراچی	105 سی بریز پلازہ، شاہراہ فیصل۔رابطہ شفیق خالد، فون نمبر: 0300-2487545	بروز اتوار	10AM
کراچی	A-446 کوہِ نور سنٹر، عبداللہ ہارون روڈ، رابطہ محمد اقبال۔فون: 021-35892083، موبائل: 0300-2275702	بروز اتوار	10AM
کراچی	ڈبل اسٹوری نمبر 16، گلشن مارکیٹ، کورنگی نمبر 5، ایریا 36/C، پوسٹ کوڈ 74900 رابطہ: محمد سرور۔فون نمبرز: 021-35031379-35046409، موبائل: 0321-2272149	بروز اتوار	2PM
کراچی	نالج اینڈ وزڈم سنٹر، سلمان ٹاورز، آفس نمبر A-45، بالمقابل نادرا آفس، ملیر سٹی۔رابطہ: آصف جلیل فون: 021-35421511، موبائل: 0333-2121992، محمود الحسن۔فون: 021-35407331	بروز اتوار	12AM
کوئٹہ	صابر ہومیو فارمیسی توغی روڈ۔رابطہ ڈاکٹر غلام صابر، فون: 081-2825736	بروز اتوار	4PM
گوجرانوالہ	شوکت نرسری، گل روڈ، سول لائنز۔رابطہ چوہدری تسنیم شوکت، موبائل: 0345-6507011	بروز جمعہ	بعد نماز عصر
لاہور	25-B، گلبرگ 2، (نزد مین مارکیٹ، مسجد روڈ)۔رابطہ فون نمبر: 042-35714546	بروز اتوار	10AM
لاڑکانہ	بر مکان اللہ بخش شیخ نزد قاسمیہ محلہ جاڑل شاہ، رابطہ سکندر علی عباسی، فون: 074-4042714	بروز جمعہ	بعد نماز مغرب
منڈی۔۔بہاؤالدین	رابطہ: خان محمد، (وڈیو کیسٹ) بر مکان ماسٹر خان محمد گلی نمبر 1، محلہ صوفی پورہ۔فون نمبر: 0456-520969 موبائل نمبر: 0334-4907242	بروز جمعہ	10 AM
نواں کلی، صوابی	رابطہ ہومیو ڈاکٹر ایم۔فاروق، محلہ خدرخیل۔فون نمبر:	بروز اتوار	10 AM
صوابی	بمقام چارباغ، (حجرہ ریاض الامین صاحب)، (رابطہ: انچارج یوٹیلیٹی سٹورز، مردان روڈ، صوابی) فون نمبرز: (0938)310262, 250102, 250092	بروز اتوار	3 P.M

غلام احمد پرویز علیہ الرحمۃ کی جملہ تصانیف اور ماہنامہ طلوع اسلام کا

تازہ شمارہ بھی انہی جگہوں پر دستیاب ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

آپ کی شکایت

یہ بھی درست کہ رسالہ نہیں پہنچا یا وقت پر نہیں ملا اور یہ بھی کہ تعمیل ارشاد میں تاخیر ہوئی یا اس میں کوئی فروگزاشت ہوئی۔ لیکن کیا آپ نے اس پر بھی غور فرمایا کہ آپ نے

1- تبدیلی پتہ کی بروقت اطلاع دی ہے یا نہیں۔
2- خط وکتابت کرتے وقت خریداری نمبر لکھا ہے یا نہیں۔
3- زرشرکت ادا ہوا ہے یا نہیں۔
4- اپنے علاقے کے پوسٹ کوڈ کی اطلاع دی ہے یا نہیں۔

ماہنامہ طلوع اسلام کے معزز قاری حضرات سے گذارش ہے کہ وہ اپنا رابطہ نمبر ادارہ طلوع اسلام کو ضرور ارسال فرمائیں۔ شکریہ

بایزید یلدرم

صابر صدیقی صاحب کا نام طلوع اسلام کے حلقوں میں تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ طلوع اسلام ٹرسٹ سے ان کی کتابیں ابلۂ مسجد، اور کن فیکون شائع ہو کر قارئین سے خراجِ تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ ''بایزید یلدرم'' ان کا ایک تاریخی ناول ہے جو انہوں نے بہت محنت سے لکھا ہے۔ یہ ناول ادارہ طلوع اسلام سے رعایتی قیمت -/150 روپے علاوہ ڈاک خرچ میں دستیاب ہے۔

ضروری اطلاع

وابستگان تحریک طلوع اسلام کو اطلاع دی جاتی ہے کہ مطالب القرآن فی دروس الفرقان کی اگلی کتاب جو کہ سورہ صٰفٰت' سورہ صٓ' سورہ زمر پر مشتمل ہے۔ مئی کے آخر تک یا جون کے شروع میں ادارہ طلوع اسلام سے دستیاب ہوگی۔

ایک مقدمہ' اقبال۔۔ دشمنِ دُنیا و دین؟

محمد علی صابر صدیقی صاحب کا نام محتاج تعارف نہیں ہے۔ ان کے ناول ''بایزید یلدرم'' کے بعد نئی کتاب بعنوان ''ایک مقدمہ۔ اقبال۔ دشمنِ دنیا و دین؟'' شائع ہو چکی ہے۔ اس کتاب میں ہلکے پھلکے طنز و مزاح کے ساتھ ایک مقدمے کی شکل میں کلام اقبال اور افکارِ اقبال کے متعلق دلچسپ اور پُر مغز بحث کی گئی ہے۔ یہ کتاب 354 صفحات پر مشتمل ہے جو کہ صرف 300 روپے بزم طلوع اسلام' 25 بی' گلبرگ 2' لاہور سے دستیاب ہے۔

برائے رابطہ: محمد اکرم راٹھور' موبائل: 0321-4460787

Surah Al-Mulk
(Introduction and Verses 1-4)

(Durus-al-Quran Parah 29: Chapter 1)

By
G.A. Parwez
Translated by
Dr. Mansoor Alam

====================

My dear friends! Today is Sept. 30, 1983 and today's Dars-e-Quran begins with Part 29 of the Quran and Surah Al- Mulk. I think with the last two parts (Parah 29 and Parah 30) of the Quran we begin a new phase in our Quranic journey. For this, I want to present some introductory remarks.

The brief history of this Dars is that I started it in Karachi in 1950 in a simple way. People from Karachi knew that Sayeed Manzil occupied a central place there. Karachi has grown quite big since then and Sayeed Manzil may not have that same central place now but at that time everyone knew it. This building was named after late Dr. Sayeed. He was quite old but he was endowed with a revolutionary spirit and was deeply influenced by the Quran. He used to visit me every Sunday morning to talk about the Quran. One day he told me: "Parwez Sahib! The Quranic conversation we have every week remains limited to two of us. It would be useful if we could extend it to include others." With this suggestion of his thus began the long journey of this Dars-e-Quran with initially me giving the Dars to just three listeners.

I used to live those days at 23/1 Fouler's Line in Napier Barracks. This was a government house. There was a small tree in the courtyard of this house. We used to put few cots in the shade of the tree for the Dars as I had arrived to Karachi from Delhi with nothing.

Thus began our journey of Dars-e-Quran—on those cots. Slowly, the audience increased, and we had to move outside the house in the open space. We used to put few chairs in that open space. We continued the Dars like this until 1958. The Dars those days was not based on continuous verses of the Quran but was centered around different topics based on fundamental concepts contained in the

Quran since unless these concepts are grounded in our mind and understood properly one *cannot* understand the message of the Quran. The Quran puts extreme emphasis on these basic fundamental concepts and, beyond that, the rest of the Quran deals with their meanings, explanations, and details.

I moved to Lahore in 1958 and continued the Dars here. There is a mention of this change in the venue in the 1983 issue of the Tolu-e-Islam magazine in which it is erroneously mentioned that I made the move in 1953. I actually moved to 25/B Gulberg in 1958. After moving here I continued the Dars in the same format as in Karachi for two more years. But in 1960 we started chapter-wise Dars-e-Quran starting with chapter 1 Al-Hamd (Surah 1 verse 1). This went on until its completion in Dec. 1967 and the Dars finally concluded with the last verse of the last chapter of the Quran. Friends celebrated this event by hosting a ceremony and I thought that now I am done with Dars. But as I often say:

I found this strange notion in the School of Love and dedication;
One who completed lesson did not get a break to have vacation!

Friends wanted me to start a second round of continuous Dars-e-Quran from the beginning. Thus began this second round of Dars in March 1968 which is going on until now. Let me mention that the first round got finished in 8 years; however, here we are, in this next round. Fifteen years have passed and two parahs still remain!

Dear Friends! As I mentioned earlier, we are reaching a new phase in our Quranic journey. The style of the Quran is such that as it proceeds further it gives fewer details and puts more emphasis on facts. Like scholarly books it does not repeat the details but because facts become concentrated as it proceeds further it puts more emphasis on facts and realities. And when it reaches the last two parahs of the Quran the facts become so concentrated that one is awestruck by its power, elegance and beauty as verses become shorter and shorter to the extent that many of them comprise of only just two words. There is so much depth in them that their explanation will take weeks to cover. Then there is this Arabic language and its beauty, and on top of this Allah’s choice of words, in this, His last Book to humankind! No wonder we feel rapturous about its supreme beauty and exalted glory! Also, it is not that it is a huge book with several dozen volumes. It is a very small book, sometimes written on a single page which I have one in a glass frame hanging on a wall in my study.

So, let me emphasize once more that in the last two parts of the Quran, the facts, indeed, become so concentrated that I cannot say how long it will take to explain them. I pray to Allah that May He grant me enough life so that I could complete these last two parts before my life ends.

Now let us move on.

Dear Friends! The Quran is a book of message to humanity. It talks about how revolutions occur in human societies. The revolutions it has mentioned in these last two parts of the Quran fall into one of the following three categories:

1) Revolution in the outer Universe

Planets will collide with each other; Sun will start losing its light; The moon will start getting dark; stars will start falling apart. Precisely what kind of revolution it will be in the outer Universe, we cannot say. Scientists in the West are busy in research to find this out and are slowly reaching the conclusion that this Universe will disintegrate one day. They are even predicting a drop in our Sun's temperature. We, Muslims, cannot even understand their language of science and mathematics. They are saying that if the Sun's heat loss reaches a certain point then its gravity will change and, as a consequence, will affect the gravity of its planets. These planets are orbiting in their respective orbits and even if there is an extremely minute change in their gravity then they will collide and disintegrate. We cannot say at this time when this revolution of outer destruction will occur. But why should we worry about this anyway?! We would not be around when it happens! Even if we are there we will vanish instantly even if a small piece strikes the Earth. End of the story!!

2) Revolution in the human world

The Quran talks here about a second type of universal revolution; one in the human world, in the nation-states. Being a huge worldwide revolution it seems that the humanity in the end will come together and adopt the system of life advocated by the Quran.

3) Revolution after death

The third type of revolution will come after death which we normally refer to as the Hereafter (Qiamah).

Whatever revolutions are mentioned in these last two parts of the Quran, they will fall into one of these above-mentioned revolutions.
After this brief introduction let us move on and start today's Dars.

The importance of metaphorical meanings of Quranic words in the understanding of the Quran

Dear Friends! You know and I keep on emphasizing that words have: i) a literal meaning that we use in everyday life and ii) a metaphorical meaning of the same words. For example, when we say that he is a lion it does not mean that he is actually a lion; but that it means he is brave. Or, when someone says that he was floored by the dervish's talk it does not mean that he actually went down on the floor by his talk; but that he was overwhelmed by his talk. And so on. (Translator's note: One can add here a common English phrase to emphasize this. When we say he is chicken everyone knows it does not mean that he is 'chicken', but that he is 'coward'.)

Thus to understand the Quranic terms it is essential to see whether we need to take literal meaning or metaphorical meaning. For literal meaning we can refer to lexicons. This is easy. It is interesting to note that the language of the Quran that has reached us, the metaphorical meanings the Arab people of the time used to take has also reached us and has been preserved. The lexicon that I prepared took long time to compile. I have given both the literal as well as the metaphorical meanings which the Arabs used to take or which we may take it today. The metaphorical meanings are not limited to a particular period. As more and more facts are revealed in the World through the advancement in human knowledge, and as more revolutions occur in human societies, the list of metaphorical meanings will keep on growing. Therefore, the metaphorical meanings should be understood in light of the knowledge available in that period. Since we will now be dealing with words with deep concentrated meanings, we are going to take metaphorical meanings of many of these words. But I do not want to force anyone to accept the metaphorical meanings which I take and present. Please accept or reject them as you wish. If you are interested in literal meanings of these words you can find them in any traditional translation of the Quran. But allow me to say this: one *cannot* understand the meaning of most of these verses through the literal translations, especially of the last two parts of the Quran. However, if anyone is interested to see the literal meanings as well, you can refer to my

Lughat-ul-Quran where I have given both the literal as well as the metaphorical meanings.

In these last two parts of the Quran I am going to explain the verses mostly through the metaphorical meanings with this wish and prayer that May Allah give me enough life, time, health and the opportunity so that I may be able to present the meanings of these last two parts of the Quran to my own satisfaction as well as to the satisfaction of the audience. You know that I am more than 80 years. But, if Allah's help is included with this then these months or years are nothing as His day could be our thousands of years long. So, if He gives me even a small part of His day then it should be fine.

Dear Friends! This was a brief introduction. Now the Dars begins with verse 1 of Surah Al-Mulk (67:1).

The Quranic Meaning of word 'Barakah'

The literal meaning of this verse (67:1) is: "Blessed be He in whose hands is Dominion." The root of 'Barakah' is ب (ba)- ر (ra) - ک (kaf). The meaning of this root is something which is firm and stable in its place and is getting proper nourishment and, is growing and developing at the same time, e.g., a tree. Starting with a tender sapling it must continue to receive nourishment so that it grows and becomes strong to stand firm and remain stable in its place. If it gets rooted out from its place it would not be able to survive, let alone develop. Also, it must continue to stand firm in its place not for a certain period of time but for its *entire* life. In the root meaning of this word two things are essential: 1) something must remain firm and stable in its place and 2) it must continue to grow and develop by receiving nourishment and must at the same time be a source of nourishment and development to others. These were the meanings of 'Barakah' that the Arabs used to take. The Holy Quran also uses the word 'Barakah' for Earth (41:10). Now, see, how the Quran in its infinite wisdom explains this to the Arabs. The Earth is firm its place and is a source of nourishment, growth, and development for everything and everyone. Please listen to one more thing here. What a language Arabic is! Think for a moment what kind of language it is that could convey God's final message!! One is the root that carries the root meaning of 'Barakah'**:** Be firm, stable and strong, and at the same time receive as well as provide nourishment. Now the great surprising thing about Arabic which could not be found in any other language is, yet it's another characteristic, which is, that every

word in Arabic in which if ب (ba) and ر (ra) come together then that word would carry the meaning of intrinsic as well extrinsic growth and development. What a language! H.A. R. Gibb has said that its translation cannot be done in any other language. You can challenge the whole world to translate the word 'barakah' in any other language, to come up with a single word that has the same meaning. Saying 'Blessing' does not convey the full meaning of the Arabic word 'Barakah' which, as mentioned above, is to have simultaneous intrinsic as well extrinsic growth and development; to be firmly established and be stable in its place at all times, and receive its own nourishment and at the same time be a source of nourishment and development for everything and everyone else. Indeed, what a unique Arabic language is!!

Now let us continue with the verse (67:1). "Mulk" means authority and sovereignty to govern. Here, it says that Allah has total and complete control of His creation in His hands.

Quran talks about principles more than it talks about commandments and legal issues

Dear Friends! Please understand one more thing -- Please write it down for God's sake. I do not know whether or not this opportunity will come again later. Allah has given very little commandments in the Quran. The rest of the Quran deals mostly with principles. These Quranic principles are such that we can compile from them a complete system and code of life, its underlying constitutional details, its executive orders, and the laws for their enforcement in human society. The Quran has itself unequivocally declared that those who do not decide matters according to what Allah has revealed are Kafirs (5:44). This does not mean that we only decide the Quranic orders according to what Allah has revealed and leave aside the Quranic principles. If we have in our system things that go against the Quranic principles then that system of life *cannot* be Islamic, that state *cannot* be Islamic, and those laws *cannot* be Islamic. If there is anything in that system of life that is in conflict with *any* Quranic principle then it is *not* Islamic. Now for your information I have stated the type of constitution that can be drafted from the principles laid down in the Quran. What is the principle involved here about exercising sovereignty and authority? That principle is that all sovereignty and authority belongs to Allah. And that this sovereignty and authority is for nourishment and development for *all*. Thus, it is now established that that power, that authority is Islamic which is for the welfare of *all* human beings, for the

nourishment and development of *all* of humanity. Only that system and only that authority then could be called Islamic.

The Islamic society reflects the attributes of Allah

Dear Friends! This now, in the light of the Quran, is well established that a system will only be called Islamic if it reflects Allah's attributes. It is not that Allah who has described His attributes is praising Himself that I am so and so or that He is saying how great I am! It is not at all that. His attributes are given to us for the express purpose to see to what extent these attributes are impacting our practical life, and what kind of system should be established under which we should be leading our lives. The color of Allah means that whatever our 'color of character' was before should not remain. Mixing of Allah's color with any other color will be *Shirk*. Therefore, the only color that should remain in our character must be Allah's color. This is called *Tauhid*. What is this color? Where will it come from? Obviously, it should come from what Allah has said about Himself. He has said that *all* authority and sovereignty belongs to Him. His authority is firmly established. The purpose of His authority is that He continues to provide the provisions for nourishment and development to *all*. So, now, this principle got established. We have found now the color for the Islamic system, for the Islamic laws, which is this: An Islamic system should be firmly established; it *must* be sound, strong, and stable; and its principal purpose should be to provide nourishment and provisions of development to *all* living beings. Verse (1:1) is a principle of the Quran, which means that only that system is worthy of praise and appreciation which bears and fulfils the responsibility of universal development of *all*.

Meaning of 'Hamd'

Dear Friends! As we have seen it is not that Allah wants His praise. If this is not the case, then what is the meaning of "Praise be to God, the Cherisher and Sustainer of the Worlds (1:1)." What is the meaning of the word 'Hamd'? Ask the Arabic language. Then only one can really find out what the Quran has said! The Quran has given this basic principle that praise is due only to that system, to that law, to that rule, to that code of life, to that constitution of life, which *fulfils* the condition of universal development of *all*. Did you ponder that in the Quran the things, which seem on surface just simple attributes of God, what deep meanings and what great realities they contain? In fact, from these attributes, our

system, our code of life, our government, our state structure, all of these can be built. That is why the Quran has said that that Supreme Being in whose hands lies all the sovereignty and authority of the entire Universe, is responsible to provide nourishment and provisions for development to all beings at all levels while maintaining control and stability. For this purpose, He has established measures and standards (Qadr) for everything as He has full control over them.

This completes the discussion of the meaning of the first verse (67:1) of this Surah.

Let us move further.

Everything is getting nourishment and provisions for development. We do not have another word in Urdu for development. But in the English language the word “development” is used in many different ways. For example, when we say to someone, “you didn’t develop the picture yet, please develop it,” then it has a definite meaning. There are processes and measures that are followed in developing pictures. By following these measures the process continues. Now, what is the test for determining whether or not the development is taking place? But first, please remember this. All things except humans in the Universe have only physical or material life. We can observe their development. Their development is perceptible. The tree is growing or not. Whether or not it is bearing fruit! The child is healthy or not. Whether or not he is growing properly! At any time if the child’s growth stops we get worried. That is, all these developments are of the type that are concrete and can be observed and measured. Human body is related to this type of material development; whether or not it is healthy, strong, and growing in size and getting physical nourishment, all these are observable and measurable.

<u>The life of humankind is dependent on the development of human self</u>

My dear friends! This is one kind of development, i.e., physical development. But human being is not just the physical body. There is one more thing in a human being which the Quran refers to as the ‘nafs’. We can call it ‘human self’ or ‘human personality’, or ‘human individuality’ but none of these can fully explain the meaning of ‘nafs’. Actually, humans become part of humanity solely due to ‘nafs’. With respect to only physical body humans belong to the animal kingdom. But there is something else in humans for whose development God’s attributes are

necessary. You can call these attributes *Permanent Values*. The 'nafs' gets its development from these values. From one principle of the Quran the human body develops from what it takes, from what it consumes. But the human self develops from another principle by what it gives for welfare of others, for improving the life of others. Now this internal self or 'nafs' cannot be seen, cannot be felt; others cannot feel or touch it. If one has the 'eye'-- not just the physical eye but also the mind's eye -- then one can feel one's own self as to how much it has developed. The characteristics and the attributes the Quran has mentioned about the Momineen, in reality, these are the manifestations of the self, its expressions, its attestations. For example, the Quran has mentioned that a Momin will try to survive with less and lead a life of hardship himself and give priority to others' needs above his own. This is not the decision that can be comprehended at the level of the physical body but only at the level of what the Quran has called the 'self'. The Quran has said that a Momin is one who does this act of giving priority to others above himself and does this with his own *freewill*. By doing this a Momin feels happy that he has been able to fulfill the needs of someone else who is more deserving than himself even though his own life itself might be very hard. What is the thing in human beings that decides this action? The human body cannot do this. Human body's development occurs based on instinct like animals. No animal can give preference to some other animal over his own body. Man will also do the same if he were to live at the material level, i.e., at the animal level. In fact, if he is living at this level then he will indulge in looting and exploiting others. In contrast, an animal when his stomach is full, never cares what happens to the leftover food, whether another animal eats or someone takes it away. He sits contented and continues to cud carefree. But it is this human animal that although his needs are only a couple of breads but all his life his greed never gets fulfilled. Animals do not have this greed. In other words, when man falls then he really falls to the lowest level – below animals.

But humanity's level is quite different and it is this level that the Quran talks about and whose standard of measure are the attributes which have been given by the Quran for the Momineen. For example, take human respect. This respect should be irrespective of color, race, language, age, religion, wealth, or status – this respect should be based *solely* on the basis of being human. This is the characteristic of human self, not the human body. As for the human body, the strong and powerful body will easily subdue the weak and poor one. As I have mentioned, one needs to understand all this in order to fully understand the message of the Quran.

Now, how to know that the self is moving ahead by growing and developing! It is discussed in the next verse (67:2), so that you can test yourself to what extent your self has developed and grown. Does the Quran say that those with strong body in this life will also be strong in the Hereafter? No, it does not. But it does say that those whose self has developed to the extent that it is able to reach the level required to cross the threshold to enter the next stage after death, they are the ones who will move forward. The Quran refers to this as the life of Heaven (*Jannah*). On the other hand, it says that those whose self has not sufficiently developed will get stuck and not be able to move forward into the next life. This is referred to as Hell (Jaheem) by the Quran. *Jaheem* means a barrier which does not allow one to move forward.

Taste of death is a measure of success of the human self

My dear friends! Death is that destination where one can test whether or not one's self has developed to the extent which is required to be promoted to the next level. Let us take an example that can easily be understood. Suppose there are no exams in schools or colleges. Then it would not be possible for students to know the level of their abilities. The examination is called test because it is the test of the ability of the student. The test for the degree of the development of the self is death from which its success or failure will be revealed. So, death is a test. Here, in this verse, Allah has said that He created death and life separately. In this verse the word 'Li-yablu-wa-kum' (67:2) is usually translated as "so that Allah could test you". Does Allah need to test us? Actually, one who does not know needs to test. Suppose you tell your friend: "I am in need. Please help me." After this you say to your friend: "I was only testing you!" So, do you think Allah, sitting up there, tests us?! Allah does not need to test us. But, now-a-days, we normally use the word '*ibtila'* in this wrong sense. Also, we use this word when one is going through trouble and hardship which is also not right. For the correct meaning we need to look at the root meaning of 'Ibtila'.

Dear Friends! The root meaning of the Arabic word 'Ibtila' is: changing the condition, turning the situation; so that one can test oneself. God does not test man but man tests himself. In the examination it is not that the professor tests the student but that the student tests himself to find out whether or not the knowledge and ability he has acquired are sufficient to pass the exam.

Life and death apparently seem quite in conflict. But there is this principle that capability and energy level increase with conflicts. Scientists tell this. Without conflict there is no progress. For test also there is conflict. And conflict is absolutely necessary for testing one's capabilities. At the physical level too if there is no conflict, if there is no confrontation, you would not know your strength. Once, a person said to an old wrestler: "Mr.! You do not have the same strength as you had in your youth. You have changed." He said: "No! I have not changed." The person said: "How!" He said: "I will show you right now. Come with me to the ring." They went to the ring. There was a big boulder in a corner of the ring. The old man went inside the ring. He tried every which way to move the boulder. But the boulder did not move. The person said: "Didn't I tell you that you have changed?" The old man said: "No, I haven't. The boulder didn't move in my youth and it didn't move now." My dear friends! This is also a test. But the Quran here says Li-yablu-wa-kum (67:2). The physical death of the human being is itself a touchstone for testing the capabilities of the self or 'nafs'.

Dear Friends! Death is a strange thing. Death has its own way. The poet Ghalib has his own unique way of describing death:

Greed has given so many pleasures to work and yearn for;
But if there was no death there would be no fun to live for!

Ghalib was a strange person and had a strange way of saying things. The rat race, the struggle to get ahead of others, this hurry to get a business contract; all this he says is because man knows he is going to die. If he knew that he is not going to die then there would be no question of this hurry. The fun will disappear! One will then say: "I will do it. Why hurry?!" This hurrying is because of death; hence the greed. Please stop for a moment and ponder about this!

But here what the Quran says is not for greed. It is for something else. He who feels that he is ready for the test will certainly be confident that he will be promoted to the next level and will have an entirely different feeling. While other students who are not ready will be hoping that the test somehow gets postponed. These students are not prepared for the test. They know that if the test were held then they would fail. While those who are fully prepared and confident of being promoted will demand to take the test today instead of tomorrow! They will be

confident about their abilities. He, who is confident and has developed his self here, will welcome death cheerfully.

The episode of death is a means for transition to the most beautiful stage

Dear Friends! Look at this situation. After finding out the result, the successful student will run to his house to declare that he has passed, that he has been promoted. To him who has succeeded in developing his self, death creates that kind of feeling. What is death? This is nothing but a changed condition. Allah says that We have changed the condition: We have provided the opportunity; We have turned around the situation. For what?! To see to what extent you have done beautiful actions (67:2). What a word 'Ahsan' is! The word is for beautiful action done in this world. What is this beautiful action? In fact, *this* word explains the purpose for which humans have been created. Surah Al-Teen says in verses (95: 4-5): What is the purpose of human life? Allah says that I have created human being as 'Ahsan-e-taqweem'. Now, how can I translate the word 'ahsan'?! This is the most superlative degree of beauty. But this beauty is not of body although this is not something to shun. But this beauty here refers to the beauty of the 'nafs' or self. And beauty is the name of perfect proportion, perfect balance.

The place of human self is not limited to just beauty but beyond to reach the level of perfect balance

If you say 'ahsan' instead of 'husn' then it is impossible to describe it in words. The goal of life is to lead such a life here in this world that one's self becomes 'ahsan'. But man is such that when he falls he really falls to the lowest pit of existence due to greed. That makes him even worse than animals. On the other hand, the one who is 'ahsan' has developed his self to the extent that it is reflected in his character as having the most balanced personality. It is not possible to describe all these by using the word 'beauty'. As a matter of fact, man needs to see his actions in the light of the broad meaning of the word 'ahsan' as described above and determine whether or not those actions are indeed 'ahsan'. Allah wants humans to make their actions 'ahsan'. This is the same thing that Iqbal (1877-1938) has said. He has said about the Quran that what the Quran does is to make

humans the kind of human beings what Allah wants them to become. This is impossible to explain in words because if you describe the beauty of the flower then you will crush the leaves. This is a thing just to be appreciated, to be observed with appreciative eyes. Iqbal, as well, does not analyze it but just says in his great style that the Quran makes you that what Allah wants you to become. And What Allah wants?! He wants us to become 'Ahsan-e-Taqweem'. He has said that the conflict between death and life has been created for the purpose of providing you opportunities so that you become what Allah wants you to become. God did not make full fledged humans. Leave aside how the baby develops and grows in the womb. Just take the baby just born. He is not a fully developed mature human being. He has just the form of a human being. But he has the potential and the capabilities such that with proper nourishment he keeps growing and turns into youth and becomes a mature person. The same thing is with respect to the self. It is given in an undeveloped form. And then, told to follow the guidance given in the Quran. If you lead your life according to the guidance given in the Quran then the undeveloped capabilities of the self will develop and the standard for measurement for that is 'ahsan'. Allah does not want us to stop at just beauty or 'husn' but He wants us to reach the level of 'ahsan'.

The meaning of 'Izzat' according to the Quran

To become 'ahsan', two things are necessary. At the end of the verse under discussion the two attributes of Allah, as it were, are 'waiting rather impatiently' to provide the substance and the meaning of the word 'ahsan' clearly. To achieve the status of 'ahsan' the Quran, in this verse, says that two attributes of Allah are essential: 'Aziz' and 'Ghafoor'. I have told you and I think you understand that the meaning of 'Izzat' is not the same as we normally take in our language. In a village or in an ordinary bazaar a person gets angry and is mad and starts yelling. Someone asked him: "What happened?" He replied pointing at a person: "This guy has spoiled my 'Be-Izzati'. Do you get why I am mad?" Dear Friends! The meaning of 'Izzat' in Arabic language is different than what we normally take in Urdu as reputation. In Arabic it means power. Now, to turn life into beauty two things are essential: Power and Protection.

The Symbiotic Relationship of Power and Protection *is* Islamic System

My dear friends! Being weak and powerless is the teaching of Mysticism (Tasawwuf), of Vedanta. Their philosophy is to make man weaker and weaker. On the contrary, the Quran makes man stronger and stronger. It wants to make him, as it were, a superhuman. Allah is all powerful. At the same time He has full control. He is Protector. In other words, He protects the poor, the weak, and the old.

Dear Friends! If Power & Protection come together and form a symbiotic relationship then this becomes an Islamic system. Otherwise, Ghenghis and Hulagu can acquire power to crush others. Every dictator acquires power. For Islamic system power (Aziz) is essential but it requires protection (Ghafoor). Just as there is Barakah (nourishment and development) with Mulk (authority) as discussed earlier, in the same way there is Ghafoor (Protection) with Aziz (Power). Did you know notice now why have the attributes of Allah been given? Allah is not introducing Himself and saying I am like this or like that. These attributes are given for us to emulate them in our lives so that our 'self 'is able to develop, able to grow, and becomes strong. And, then it is able to protect the weak by confronting and subduing the forces of oppression. And if this power is used for oppressing the weak then the self no longer remains Momin. On the other hand, what to say of preventing oppression, if one cannot protect oneself then one does not even remain an animal, let alone a Momin. Here, in this verse (67:2), has come 'Al-Aziz-ul-Ghafoor'. That is, Allah is in full control of His program and He is protecting it from all kinds of destructive forces. A Momin has to have these same qualities.

We have left presenting the Universe as a Quranic witness as instructed in the Quran

My dear Friends! Now let us move further. The style of the Quran is that it describes realities of life and for their evidence invites our attention to the outer Universe. As I have mentioned, ever since we left the system of the Quran, left its code of life, left its constitution, left its realities, left its instructions and

knowledge; since that time the evidences and proofs it presents have become useless to us. These evidences and proofs are useful only to those who do scientific inquiries and research. Those who do this they are the ones who can appreciate what the Quran has said and claimed! Our lives, on the other hand, are fitting examples of what has been said in this couplet:

Morning comes, evenings returns
This is how our time, our year turns

But a Momin's life is such that according to Iqbal:

Every moment of a Momin is a new moment, is a new state.

Dear Friends! To understand the realities of life study nature. The Quran says: Allah is one who created different heavenly bodies and objects in deep space (67:3). Now, here, the word used by the Quran is '*Tibaaqan'*. Usually, it is translated as 'one on top of the other'. This is *not* its root meaning. Its root meaning is: "Things that are working according to the same laws, are subject to the same principles, and are in perfect harmony with each other." For example, take electricity. Things that work with electricity they all will be subject to the laws of electricity. They will follow the same laws. Also, the Quran here says 'sab-an'. The Quran is not talking about a number here. The 'sab-an' here does not mean (literally) the number seven but means many. That is, there are many objects in the Universe. They are all working according to the same fundamental laws that keep them working in harmony and in perfect balance – always. It was this belief in the efficacy of these fundamental laws that led scientists to conduct experiments on Earth to reach the moon successfully. So, the laws of nature's workings are the same everywhere. Therefore, '*Tibaaqan'* means that these heavenly bodies or objects have perfect balanced relationships among themselves. After this the verses of the Quran that follow, even purely from literary point of view, are among the most beautiful verses of the Quran. Allah has described these verses as if in a rapturous mood. If one ponders and sees the beauty with an appreciative eye at this style or if one simply recites these words or if one focuses at the way these verses have been described by Allah then one feels very ecstatic indeed! In my Mafhoomul-Quran I have presented the meanings of these verses in

a literary way according to my own literary ability. After reciting these verses I am going to present their meaning that I have written in my Mafhoom-ul-Quran. Then you will realize what I mean!!

The state of mutual relationship among countless scattered heavenly objects in the Universe

Here is the translation from Mafhoom-ul-Quran Verses (67:3&4):

(If you want to see how wonderfully this divine program functions and how His sovereignty and protection work in absolute harmony, then take a look at the gigantic machinery of the Universe.) He has made the various heavenly bodies in outer space in a way that they can maintain complete order (and not collide) with each other. Take a good look all around you. You will not find any defect or disproportion in the Creation of Allah. Not once. Keep looking again and again and reflect deeply over it. You will not see any flaws anywhere. Noting will be out of order or incomplete.

Turn your vision again towards the vastness of the Universe. Do so yet again; and every time your gaze will fall back at you, bedazzled and tired. (This is the case with Our Universe which is working incessantly according to Our laws in perfect order. If the divine system is introduced in your own society, you too will find such harmony, instead of chaos and disorder.)

Dear Friends! I have presented to you what I have written as the meanings of these two verses (67:3-4) in my Mafhoomul Quran. If it became necessary to illustrate this further then I will talk about it later. But today's time of Dars is over. We are still in the beginning verses of Surah 67 Al-Mulk and with these verses we will start our next Dars.

O our Sustainer! Accept our humble efforts because you are fully aware of what we speak and what is hidden in our hearts. (2:127)

==================